وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا

حیدرآباد دکن نے

# علمِ تجوید

کی کیا خدمت انجام دی

مرتبہ: الحاج قاری کرنل مرزا بسم اللہ بیگ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

# وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً

## حیدرآباد دکن نے علم تجوید کی کیا خدمت انجام دی

(مرتبہ)

الحاج قاری کرنل مرزا بسم اللہ بیگ

صدر ادارہ امتحانات قرآن مجید و سیرۃ النبیؐ دار العرفان

و معتمد قرآن ہاؤس سوسائٹی

حیدرآباد دکن

زیر اہتمام

مجلس حمایت القراءات حیدرآباد دکن

# فہرست مضامین

---

## ضمیمہ جات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# تعارف

میرے عزیز و محترم دوست الحاج کرنل مرزا بسم اللہ بیگ صاحب بی۔ اے کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ قرات عشرہ کے قاری ہونے کے علاوہ جس انہماک سے آپ فنِ تجوید کی ترویج میں دس پندرہ سال سے کوشاں ہیں اسکی وجہ سے کافی اصحاب آپ سے واقف ہو چکے ہیں۔ آپ امام فن قاری میر روشن علی صاحب کے ممتاز شاگردوں میں سے ہیں اور استاذ محترم نے آپ کو عماد القراء کا خطاب عطا فرمایا ہے۔

آپ کے علمی وادبی مضامین نوائے ادب و دیگر مجلات و رسالہ جات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ آپکی تصنیف تعلیمات قرآنی طالبانِ علم و تشنگانِ علوم قرآنی کے لئے مفید معلومات فراہم کرتی ہے۔ آپ نے تجوید پر ایک رسالہ اقتباس التجوید کے نام سے ۱۳۵۹ھ میں شایع کیا۔ اورنٹیل کانفرنس کے ممبر کی حیثیت سے آپکے مقالہ جات لکھنو کی سشن و احمد آباد کی سشن میں پڑھے گئے تھے۔ احمد آباد والی کانفرنس میں جو مقالہ آپ نے پڑھا تھا اس کا عنوان تھا "حیدرآباد دکن نے فن تجوید کی کیا خدمت کی" چونکہ یہ مقالہ فن تجوید سے متعلق عمدہ معلومات فراہم کرتا تھا اور اوسکی تاریخ پر کافی روشنی ڈالتا تھا۔ نیز یہ رسالہ حیدرآباد کی جدوجہد کو خوبی سے واضح کرتا تھا اس لئے مجلس حمایت القرات کے اراکین نے آپ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس کو مزید اضافہ جات کے ساتھ جسمیں استاد محترم شیخ القراء حضرت میر روشن علی صاحب کے خاص خاص شاگردوں کے

تذکرے بھی شامل ہوں شایع کر دینا مناسب ہوگا تاکہ حیدرآباد کی تجویدی جد و جہد پر کافی روشنی پڑ سکے۔ اور قرائے ہند کو حیدرآباد کے قراء سے اپنے روابط بڑھانے کا موقع مل سکے۔ اور آل انڈیا قراء کانفرنس کی تشکیل کی کوئی سبیل ہو سکے۔ نیز فنِ تجوید کو آگے بڑھانے اور مختلف ادارہ جات میں اوس کو لازمی جزو قرار دینے پر غور کیا جا سکے۔

علمائے کرام۔ صوفیائے عظام۔ و مشائخین با تمکین سے

# استدعا ہے کہ

وہ اس فن کی ترویج میں قراء کی مساعدت فرماکر ماجور ہوں۔ والسلام

**لیاقت جنگ**

(سابق وزیر فینانس حیدرآباد)

# پیش لفظ

کسی بھی شعبۂ حیات سے متعلق کسی کی مستحسن خدمات کا اعتراف نہ صرف اُس شخص خاص کی حوصلہ افزائی کا موجب ہوتا ہے بلکہ دوسروں کے لئے ترغیب و تشویق کا موقعہ بھی فراہم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی زندہ قومیں جن کی نظریں وقت کے صحیح تقاضوں پر ہوتی ہیں اپنے اس اخلاقی فرض سے کبھی صرف نظر نہیں کرتیں۔

امام القراء حضرت میر روشن علی الحسینی صاحب مدظلہ نے ۱۳۳۲ھ میں مجلس حمایت القرأت کی بنیاد ڈالی۔ تاریخ تاسیس سے اب تک ایک قرأت حضرت سیدنا امام عاصمؒ یا قرأت سبعہ و عشرہ سے ہر سال طالب علم قاری بنکر نکلتے رہے اور بحمد اللہ اس کا سلسلہ جاری ہے۔ چنانچہ مجلس حمایت القرأت کی چہل سالہ خدمات کی جو روئداد ۲۰ شوال المکرم ۱۳۷۲ھ کے جلسے میں سنائی گئی وہ بہت ہی امید افزا ہے اور اس سے مجلس کی کارگزاری پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ جن قراء نے فن کی تکمیل کی ہے اون کے نام بھی اس روئداد میں مندرج ہیں۔

اب اس چہل سالہ خدمات کے اعتراف میں مسلمانان حیدرآباد نے حضرت

امام القراء کی جوبلی منانے کا تہیہ کیا ہے۔ تا کہ اس فن شریف کی جانب عوام و خواص کو توجہ دلانے کا موقع ملے۔ اور حضرت کے تلامذہ کے لئے اونکی مبارک عملی زندگی کی یہ یادگار ایک نشانِ راہ ثابت ہو۔ اس موقع پر مجلس حمایت القراات نے مناسب خیال کیا کہ میرے مخلص دوست قاری عشرہ الحاج کرنل مرزا بسم اللہ بیگ صاحب نے جو مقالہ حیدرآباد کی تجویدی جد و جہد کو اُجاگر کرنے لکھا ہے اوس کو بھی ہند و بلاد اسلامیہ کے علمی حلقوں تک پہونچا دیا جائے تا کہ امام القراء مدظلہ کی سعی مشکور کے اس درخشاں باب اور دُنیائے علم کے درمیان عدم واقفیت کا پردہ حائل نہ رہے۔

میری دُعا ہے کہ یہ مبارک جشن تجویدی کالج کی بناد کا پیش خیمہ ثابت ہو

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

سیّد شیخن احمد شطّاری
صدر نشین مجلس استقبالیہ چہل سالہ جوبلی

آستانۂ شطّاریہ
حیدرآباد دکن
۷ رجب المرجب ۱۳۷۵ھ
دوشنبہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا

# حیدرآباد دکن نے علم تجوید کی کیا خدمت کی

---

خدا آباد رکھے لکھنؤ کو پھر غنیمت ہے
نظر کوئی نہ کوئی اچھی صورت آہی جاتی ہے

حضرت امیر مینائی نے یہ شعر لکھنؤ کے متعلق اُس وقت کہا تھا جبکہ لکھنؤ کی قدیم تہذیب اُجڑ چکی تھی منشاد اون کا یہی تھا کہ لکھنؤ گہوارہ تہذیب ہونے کی وجہ سے۔ علم وادب کا مرکز رہا۔ اور اُجڑنے پر بھی اچھے اچھے لوگوں کی کمی نہیں رہی۔ یہ بات ہر اوس مقام میں پیدا ہو جاتی ہے جو عرصہ تک تہذیب و تمدن کا مرکز رہا ہو۔ دہلی اور لکھنؤ کی بربادی کے بعد علم وادب اور شعر و سخن کا چرچا حیدرآباد میں رہا۔ اکثر صاحب کمال یہاں آئے اور بس گئے۔ اور جو نہ آسکے وہ حسرت سے کہتے رہ گئے کہ ؎

آج کل گرچہ دکن میں ہے بہت قدر سخن ــــ کون جائے ذوق پر دلّی کی گلیاں چھوڑ کر

گہوارۂ تہذیب ہونے کی وجہ سے یہاں بھی اکثر صاحب کمال پائے گئے۔ چنانچہ امیر کا یہ شعر تھوڑے سے تغیر کے ساتھ یوں کہا جائے تو حیدرآباد پر صادق آجاتا ہے کہ ؎

خدا رکھے سلامت حیدرآباد دکن کو بھی ــــ کہ کامل ہر ہنر کا اب بھی اوسمیں مل ہی جاتا ہے

جہاں دیگر علوم و فنون نے حیدرآباد میں ترقی کی علم تجوید بھی یہاں خوب پھلا پھولا۔ ہندوستان کے کسی اور گوشہ میں اس کی نظیر دشوار ہے۔ لیکن حیدرآباد کی جد و جہد کو روشن کرنے کے لئے میں پہلے یہ عرض کرونگا کہ (۱) تجوید کیا ہے (۲) وہ ہم تک کیسے پہونچا (۳) اس علم کے ساتھ گذشتہ صدی میں ہندوستان میں کیا بے اعتنائی برتی گئی؟ جب تک ان امور پر روشنی نہ ڈالی جائے حیدرآباد کی جد و جہد کو سمجھنا قدرے مشکل ہوگا۔

**(۲) علم تجوید کیا ہے؟** قرآن مجید کو صحت کے ساتھ پڑھنا۔ یعنے ایسا پڑھنا کہ حضور اکرمؐ نے پڑھا۔ یا صحابہؓ نے حضور اکرمؐ سے حاصل کیا بس اسی کا نام تجوید ہے

اب اگر ہم اسی تعریف کو اصطلاحی الفاظ میں کہیں تو صاحب فن یہاں سے شروع کرینگے کہ تجوید کے لغوی معنی ہیں بنانا، سنوارنا، خوبصورت بنانا۔ اور اصطلاح میں قرآن مجید کے حروف و الفاظ کو اونکے صحیح مخارج سے بہ رعایت صفات لازمہ مقومہ و محسنہ۔ بغیر تکلف و تعسف لطافت و خوبی کے ساتھ ادا کرنا جس میں افراط و تفریط نہو، بلکہ اعتدال ہو۔ ایسی ادائی کو تجوید کہتے ہیں۔ مگر میں اصطلاحی زبان سے ہٹ کر سیدھے سادھے طریقے سے سمجھانا چاہتا ہوں۔

(۳) کسی غیر زبان کا سیکھنا یا پڑھنا مقصود ہو تو اوسکو اہل زبان کے لب و لہجہ میں ادا کرنا اوس زبان کی خوبی سمجھی جاتی ہے۔ اگر انگریزی کو انگریز کے لب و لہجہ میں، فارسی کو ایرانیوں کی روش پر ادا کرنا خوبی ہے تو عربی کو عربوں کی طرح بولنا بھی ضروری ہے۔ چونکہ دوسری زبان کی بہ نسبت عربی زبان میں حروف حلقی و دیگر مشتبہ الصوت حروف زیادہ ہیں اس لئے اوس کی ادائی دوسری زبانوں کے بہ نسبت زیادہ مشکل ہے مگر بعض مستشرقین صحیح ادائی کی بڑی کوشش کرتے ہیں اور بڑی حد تک کامیاب ہوتے ہیں۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ہر زبان کا معیار اوس کے فصحا سے قائم ہوتا ہے۔ لہذا فصحاء کی زبان شستہ اور قابل تقلید سمجھی جائے گی۔ مگر قرآن مجید کو صحت سے پڑھنے کے لئے نہ تو عرب کے لب و لہجہ ہی پر اکتفا کیا جائے گا اور نہ فصحائے وقت کو اوس کا معیار قرار دیا جائے گا۔ بلکہ اوس کا معیار وہی ہے کہ جس طرح حضور اکرمؐ نے پڑھا اور پڑھایا۔ ناواقف کے لئے قرآن مجید کے حروف پر اعراب (حرکات۔ سکون۔ مد۔ وغیرہ) لگا دیئے گئے ہیں۔ مگر اون کے علاوہ صحیح ادائی اور الفاظ ملانے کے لئے اور بھی چند مقررہ قواعد ہیں جن کی پابندی ہر قاری پر لازمی ہے۔ اون ضروری قواعد کو جان کر پڑھنے کا نام تجوید ہے۔ قراءت کسی مستند استاد سے جس نے بقراءت متواترہ۔ مشہورہ۔ مسلسل۔ متصلہ۔ سیکھا ہو حاصل کیجائے اور پھر تلاوت کی جائے۔ ورنہ بے شمار غلطیوں کا اندیشہ ہے۔ کسی ایک امام قراءت کی اتباع کرنا اوسکی قراءت ہے۔ اوسکے کسی شاگرد کی اتباع روایت ہے چنانچہ کہا جائے گا کہ میں نے بروایت حفص۔ بہ قراءت امام عاصم قرآن مجید کو تجوید سے ختم کیا

(۴) چنانچہ ابتداء میں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ایسی تھی جس نے حضور اکرمؐ سے راست بلا واسطہ قرآن مجید پڑھا تھا۔ تمام جماعت روزانہ حضور اکرمؐ ہی کی زبان مبارک سے قرآن پاک سنتی تھی مگر جو خاص صلاحیتوں کے اصحاب تھے اون کو حضرت نے خاص توجہ سے سکھلایا۔ اور پھر دوسرے صحابہؓ نے انھیں سے حاصل کیا۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابی بن کعب سے قراءت سیکھی اور حضرت ابو ہریرہؓ نے

باوجود حدیث کے سب سے بڑے ناقل ہونے کے قراءت حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے سیکھی۔ غرض اس اہتمام سے سیکھنے کا سلسلہ اوس وقت سے برابر جاری رہا۔ بعد والے تو کئی کئی استادوں سے حاصل کرتے اور سال ہا سال اوس علم کے حاصل کرنے میں صرف کرتے اور پھر عمر بھر اسی کام کے لئے وقف کر دیتے۔ کیونکہ وہ اوسکی اہمیت سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ قرآن مجید کا صحت کے ساتھ پہونچانا ایک بڑی ذمہ داری ہے۔ درمیانی کڑیوں میں کمزوری نہ ہوجائے جلیل القدر صحابہ نے بھی یہ بات واضح کر دی تھی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے حکم دیا ہے کہ قرآن مجید کو اسی طرح سے پڑھو جس طرح تم کو سکھلایا گیا ہے حضرت عمر بن عبد العزیز و حضرت عامر کا قول ہے کہ تجوید سنت متبعہ ہے پچھلا اگلے سے اخذ کرتا چلا آتا ہے۔ پس تم کو جس طرح سے پڑھایا جائے اسی کو اختیار کرو۔ اسی بناء پر علی بن عثمانؒ الشاطبی کہتے ہیں کہ "قراءت میں قیاس کو دخل نہیں۔ ناقلین سے جو کچھ تم کو پہونچا ہے اوسی کو اختیار کرو۔ اور جیسے تم کو سکھلایا گیا ہے اوسی کو لازم کرلو۔ کیونکہ قرآن مجید اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے"۔

بزرگوں کے ان اقوال سے ظاہر ہوگیا ہوگا کہ علم تجوید کا مدار نقل پر ہے۔ ایک جماعت دوسری جماعت کو قرناً بعد قرنٍ نقل کرتی چلی آتی ہے۔ یہ بات بھی سمجھ میں آگئی ہوگی کہ ابتداء میں میں نے کیوں کہا تھا کہ قرآن مجید کے پڑھنے والے کو چاہیئے کہ مستند استاد سے سیکھے جس نے قراءت متواترہ، مشہورہ، مسلسلہ، متصلہ اسناد کے طریق سے سیکھی ہو۔ فقہانے قول فیصل سنادیا کہ عِلْمُ التَّجْوِيدِ فَرْضُ كِفَايَةٍ وَتَجْوِيدُ الْقُرْاٰنِ فَرْضُ عَيْنٍ چونکہ قراءت میں علم و ادائی دونوں چیزیں ہیں اس لئے محض قراءت کی کتابوں کو پڑھ لینا کافی نہیں سمجھا گیا تاوقتیکہ اوس کو بھی اُستاد سے سبقاً سبقاً مشافہتہ پڑھکر اوسکی سند حاصل نہ کی ہو کہ میں نے فلاں سے اور اوس نے فلاں سے پڑھی۔ علم تجوید کی تائید میں علامہ شمس الدین محمد بن محمد الجزری کے اشعار پیش کئے جاتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وَالْاَخْذُ بِالتَّجْوِيدِ حَتْمٌ لَازِمٌ | مَنْ لَّمْ يُجَوِّدِ الْقُرْاٰنَ اٰثِمٌ |
| لِاَنَّهٗ بِهِ الْاِلٰهُ اَنْزَلَا | وَهٰكَذَا مِنْهُ اِلَيْنَا وَصَلَا |
| وَهُوَ اَيْضًا حِلْيَةُ التِّلَاوَةِ | وَزِيْنَةُ الْاَدَاءِ وَالْقِرَاءَةِ |
| وَهُوَ اِعْطَاءُ الْحُرُوْفِ حَقَّهَا | مِنْ صِفَةٍ لَّهَا وَمُسْتَحَقَّهَا |
| وَرَدُّ كُلِّ وَاحِدٍ لِاَصْلِهٖ | وَاللَّفْظُ فِيْ نَظِيْرِهٖ كَمِثْلِهٖ |
| مُكَمَّلًا مِنْ غَيْرِ مَا تَكَلُّفٍ | بِاللُّطْفِ فِي النُّطْقِ بِلَا تَعَسُّفٍ |
| وَلَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ تَرْكِهٖ | اِلَّا رِيَاضَةُ امْرِءٍ بِفَكِّهٖ |

## (۵) تجوید کی خدمت جن بزرگانِ سلف نے کی

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے ابن ماجہ میں منقول ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ خِیَارُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ ابن الفریس دوسری روایت کرتے ہیں کہ خِیَارُکُمْ مَنْ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ وَاَقْرَءَہٗ۔ تم میں سے بہترین اشخاص وہ ہیں جو قرآن شریف سیکھتے اور پھر سکھلاتے ہیں چنانچہ رئیس القراء حضرت عبدالرحمٰن سلمی کوفی اس حدیث کو روایت کرکے فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس حدیث نے یہاں بٹھایا ہے۔ حضرت کے ارشاد کا اشارہ اس طرف تھا کہ آپ خود کثیر العلم اور جلیل القدر تابعی ہونیکے باوجود جبکہ لوگ آپ کے علم کے محتاج تھے آپ چالیس سال تک کوفہ کی جامع مسجد میں صرف قرآن مجید پڑھاتے رہے۔ اونکے شاگردوں سے امام عاصمؒ تھے جنھوں نے ۱۲۷؁ھ میں انتقال کیا۔

(٦) حضرت امام عاصمؒ کے پہلے راوی یا شاگرد ابوبکر شعبہ تھے۔ ۹۵؁ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ، صدوق، صالح، صاحب قرآن و سنت تھے۔ کبھی ممنوعہ فعل کا ارتکاب نہیں کیا۔ ستر سال عبادت میں مصروف رہے۔ چالیس سال تک آپ کے لئے بستر نہیں بچھایا گیا۔ جو بتیس ہزار مرتبہ قرآن شریف ختم کیا۔ باوجود اس علم و فضل کے آپ نے اپنا زیادہ وقت قرآن پڑھانے میں صرف کیا۔ آپکی شہرت قراءت ہی کی وجہ سے ہے۔ ۱۹۳؁ھ میں انتقال کیا۔

(۷) امام عاصم کے دوسرے راوی سیدنا حفص بن سلیمان بن مغیرہ تھے۔ ۹۰؁ھ میں پیدا ہوئے۔ امام عاصم کے فرزند ربیب بھی تھے۔ وکیعی آپ کو حدیث میں ثقہ فرماتے ہیں۔ مگر آپ نے بھی اپنا پورا وقت قراءت ہی کے لئے وقف کیا۔ آپ کی قراءت اسہل ترین مانی گئی۔ آج کل تمام دنیا کے قرآن مجید خواہ وہ ترکی میں چھپے ہوں یا مصر میں۔ عرب میں چھپے ہوں یا ترکستان و ہندوستان میں اکثر آپ ہی کی روایت پر لکھے گئے۔ امام اعظم ابوحنیفہ آپکے ہم عصر و ہم درس تھے۔ آپ کا انتقال ۱۸۰؁ھ میں ہوا۔ کوفہ میں مدفون ہیں۔

(۸) سیدنا خلف ۱۵۰؁ھ میں پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا۔ تیرھویں سال سماعت حدیث شروع کی۔ ثقہ، عابد، زاہد، جلیل القدر راوی تھے۔ فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ مجھے عربی محاورے کے متعلق ایک مشکل پیش آئی اوس کے لئے میں نے اسی ہزار درہم خرچ کئے اور اوسکو حاصل کرکے چھوڑا۔ آپ امام حمزہ کوفی کے پہلے راوی اور عشرہ کے امام ہیں۔ ۲۲۹؁ھ میں انتقال کیا۔

(۹) شیخ القراء امام نافع مدنی کی زندگی کے بعض واقعات قابل ذکر ہیں۔ آپ اصلاً اصفہانی تھے ۷۰؁ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ستر تابعین سے قرآن مجید پڑھا۔ پھر مسجد نبوی میں درس قراءت جاری کیا۔ ستر برس سے زیادہ عرصہ تک اس خدمت کو انجام دیا۔ جب پڑھاتے تھے تو منہ سے مشک کی خوشبو آتی تھی کسی نے

پوچھا کہ کیا آپ خوشبو لگاتے ہیں۔ جواب دیا نہیں۔ میں نے آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم میرے منھ میں قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اوس روز سے یہ خوشبو آتی ہے۔ سو سال کے قریب عمر پا کر ۱۶۹ھ میں بمقام مدینہ منورہ وفات پائی جنت البقیع میں امام مالک کی قبر کے پاس مدفون ہیں۔

(۱۰) سیدنا ورش ۱۱۰ھ میں مصر میں پیدا ہوئے تحصیل علم کے بعد قراءت قرآن کے شوق میں حضرت امام نافع سے پڑھنے کے لئے مدینہ منورہ آئے۔ خود فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ منورہ پہونچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ طلبا کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ کوئی شخص حضرت امام نافع سے پڑھنے یا اون تک پہونچنے کی طاقت نہیں رکھتا میں متردد ہوا کہ کام کیسے بنے۔ بعض بزرگوں کو سفارش کے لئے آپ کی خدمت میں لے گیا۔ انھوں نے حضرت نافع سے سفارشاً کہا کہ یہ شخص محض قراءت کے شوق میں مصر سے آپ کے پاس آیا ہے۔ نہ حاجی ہے نہ تاجر۔ اسکی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ تو امام صاحب نے فرمایا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ مہاجرین و انصار کی اولاد کی تعلیم کے باعث میں کتنا عدیم الفرصت ہوں۔ اون کو پڑھانا میں اپنا فرض اولیں سمجھتا ہوں۔ اون کے آباء کا احسان سر پر ہے۔ مجھے مطلق فرصت نہیں لیکن اُن بزرگوں نے مزید اصرار کیا تو آپ نے مجھے مسجد نبوی میں رہنے کی تاکید کی کہ جب فرصت ہوگی پڑھا دوں گا۔ دوسرے روز صبح کی نماز سے قبل جب آپ مسجد نبوی میں تشریف لائے تو پوچھا وہ مصری کہاں ہے؟ میں خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے پڑھنے کا حکم دیا۔ میں نے پڑھنا شروع کیا۔ آپ سمجھاتے گئے۔ جب میں تیس آیتیں پڑھ چکا تو آپ نے مجھے خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا۔ حلقہ طلباء میں سے ایک نوجوان نے کھڑے ہو کر کہا کہ "اے معلم خیر میں آپ کے ساتھ مدینہ میں رہتا ہوں۔ یہ ہجرت کر کے آپ کے پاس آیا ہے۔ میں اپنے وقت میں سے بقدر دس آیات اس کو ہبہ کرتا ہوں۔ پھر ایک اور شخص نے دس آیتوں کا وقت ہبہ کیا۔ جس پر امام صاحب نے مجھے مزید تیس آیتیں پڑھنے کی اجازت دی۔ اس طرح پورا قرآن مجید کئی مرتبہ آپ سے پڑھا۔" حضرت ورش بڑے خوش آواز تھے۔ آپ عموماً قرآن مجید بڑی تحقیق سے پڑھتے تھے۔ ۱۵۵ھ میں واپس مصر گئے جہاں سینتالیس سال قراءت کی خدمت کر کے ۱۹۷ھ میں انتقال کیا۔

(۱۱) امام نافع مدنی اور اون کے شاگردوں کے متذکرہ بالا واقعات سے بہت سے حقایق سامنے آجاتے ہیں۔ اول تو یہ کہ قرآن مجید کو صحت کے ساتھ پڑھنے کے لئے ایک کثیر جماعت دوسری صدی ہجری میں کس قدر جد و جہد کرتی تھی۔ امام نافع کا یہ فرمانا کہ مجھے مہاجر و انصار کی اولاد کو پڑھانے سے فرصت نہیں یہ ظاہر کرتا ہے کہ عربی النسل، مادری زبان عربی رکھنے والے۔ جنکے گھروں میں قرآن مجید کا بہ کثرت چرچا تھا۔ وہ بھی مستند استاد سے قرآن مجید کا سیکھنا ویسا ہی ضروری سمجھتے تھے جیسا کہ ایک غیر عرب ضروری سمجھتا اور اسی طرح پڑھنے کی کوشش کرتے جیسا کہ حضور اکرم نے پڑھایا تھا۔ یہ بات توجہ کے قابل ہے کہ امام نافع علوم قرآنی نہیں

سکھلاتے تھے۔ بلکہ صرف صحیح پڑھ لینا۔ اوس میں طالب علم کیا محنت کرتے تھے کہ دن بھر حضرت کو فرصت نہ ملتی تھی تو کیا ہمارے لئے یہ کہنا جائز ہوگا کہ اعراب تو لگے ہوئے ہیں ہم بھی پڑھ لے سکتے ہیں۔ ایک عجیب بات اور یہ ظاہر ہوتی ہے کہ مہاجر و انصار نے اسلام کی مدد کر کے ایسا احسان کیا تھا کہ ہر بزرگ یہ چاہتا تھا کہ اونکی اولاد کے ساتھ اس احسان کا بدلہ کرے۔ اسی لئے مہاجر اور انصار کی اولاد کو اوروں پر ترجیح دیتے تھے۔ تیس ۳۰ آیتوں سے زیادہ نہ پڑھانا یہ بتلاتا ہے کہ بڑی احتیاط سے تجوید کی تعلیم دیجاتی تھی۔ امام نافع کا ستر تابعین سے پڑھنا۔ اور حضرت ورش کا کئی بار ختم کرنا اونکی تحقیق کے شوق کو ظاہر کرتا ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا طالب علموں میں بھی ایثار کا مادہ کتنا تھا کہ اپنے وقت میں سے وقت دینے کے لئے آمادہ ہوگئے۔ یہ نہ خیال کیا کہ ایک غیر ملکی، آفاقی آیا ہے۔ ہمارے مقابلہ میں کیا حیثیت و وقعت رکھتا ہے۔ غیر عرب ہے تو کیا جانتا ہے اور کیا پڑھے گا۔ یہ ہے علمی فضا اور ماحول کا وہ عجیب نظارہ جو بارہ سو برس پہلے کی ایک درس گاہ میں دکھائی دیتا ہے۔ کیا آج کل کی کوئی یونیورسٹی بھی اپنے طالب علموں میں یہ ذوق، یہ کردار، یہ ایثار کے نمونے پیش کر سکتی ہے۔ ایک شخص مسجد میں صبح سے شام تک درس دیتا ہے۔ ہزاروں طالب علم مستفید ہو کر نکلتے ہیں۔ خرچ ایک پیسے کا نہیں۔ کیا کوئی یونیورسٹی ایسا بلا خرچ چل سکتی ہے۔ ستر سال اس طرح درس دینا کیا محنت کا کام نہیں ہے؟

مت سہل انھیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

## (۱۲) یہ علم ہم تک کیسے پہونچا

علم تجوید جیسا کہ واضح کیا گیا قرناً بعد قرنٍ ایک قاری سے دوسرے قاری کو سمعی اور کتابی دونوں طرح پہونچتا گیا۔ اس علم کو مدون کرنے میں تین بڑے آئمہ کے نام لئے جاتے ہیں ۴۴۲ھ سے پہلے ابو عمرو عثمان الدانی نے "التیسیر" نامی ایک کتاب لکھی جس میں انھوں نے قواعد تجوید بھی ضبط کئے۔ اختلافات آئمہ بھی بتلایا۔ اور یہ بھی واضح کیا کہ قراءت سبعہ اون تک کن راویوں سے پہونچیں۔ ۵۵۰ھ میں علی بن عثمان عینی الشاطبی نے اشعار میں قواعد و اختلافات قراءت کو نظم کیا۔ یہ اشعار نہایت مقبول ہیں۔ ابتک اکثر قراء اونکو زبانی یاد کر لیتے ہیں تاکہ تعلیم میں سہولت ہو۔ ناظم نے ہر شعر کے بعد ایک طواف کیا ہے اور دعا مانگی ہے۔ اس کی برکت بھی اس میں موجود ہے۔

(۱۳) پھر ۸۰۲ھ کے قریب ابو الخیر شمس الدین محمد بن محمد الجزری نے قراءت کے قواعد کو منظوم کیا۔ طیبہ النشر۔ النشر بیحد مقبول ہوئے۔ ذیل میں مثالاً وہ سلسلہ درج کرتے ہیں جو امام عاصم کوفی کی

قراءت علامہ الجزری تک پہونچی۔

## حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

عثمان بن عفان۔ عبداللہ بن مسعود — علی ابن ابی طالب — ابی بن کعب — زید بن ثابت

ابو مریم زر بن جبیش الاسدی — سعد بن ایاس الشیبانی — ابو عبدالرحمن عبداللہ بن حبیب سلمی

امام عاصم کوفی (وفات ۱۲۷ھ)

| | |
|---|---|
| ابو بکر شعبہ | حفص بن سلیمان |
| یحییٰ ابن آدم | علی بن محمد عبداللہ بن الصبّاح |
| شعیب ابن ایوب الصریفینی | ابوالعباس احمد بن سہل الاشنانی |
| یوسف بن یعقوب الواسطی | ابوالحسن علی بن محمد الہاشمی |
| اسحاق ابراہیم البغدادی | ابوالحسن الطاہر بن غلبون المقری |
| ابوالحسن عبدالباقی | |
| ابوالفتح فارس الحمصی | |

ابوعمرو عثمان بن سعید بن عثمان الدانی وفات ۴۴۴ھ۔ کتاب التیسیر

ابوداود سلیمان بن نجاح اندلسی

ابوالحسن علی بن ہذیل البلنسی

ابوالقاسم علی بن عثمان الرعینی الشاطبی ولادت ۵۳۸ھ۔ وفات ۵۹۰ھ

علی بن شجاع العباسی

عبدالخالق الصائغ

عبدالرحمن بن احمد البغدادی

ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد الجزری وفات ۸۳۳ھ

علامہ جزری کی کتاب النشر کے بعد کسی اور کتاب کے دیکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ مگر چونکہ

نشر کے سب راویوں کے اہم سلسلے ہم تک نہیں پہونچتے۔ اس لئے اون میں سے اپنے راوی چھانٹ لینے کے لئے دوسری تین کتابوں کا ذکر کردینا ضروری ہے۔ اون میں سے پہلی کتاب اتحاف فضلاء البشر شیخ احمد بن محمد الدمیاطی کی ہے جن کی وفات ۱۱۱۷ھ میں ہوئی۔ یہ کتاب اربعہ عشرہ قراءت میں بے نظیر ہے۔ ہم چونکہ ہم صرف عشرہ قراءت پڑھتے ہیں اس لئے غیث النفع جو السیّد علی النوری صفاقسی کی بہترین تصنیف اور بڑی بابرکت کتاب ہے سبعہ قراءت سیکھنے کے لئے بالکل کافی ہے۔ حضرت علی النوری الصفاقسی کی وفات ۱۱۱۷ھ میں ہوئی۔ سبعہ قراءت میں عشرہ کی تکمیل کے لئے جو تین قراءت باقی رہتی ہیں اون کے لئے شمس المتولی کی کتاب وجوہ المسفرہ دیکھنی چاہئے۔ اس کتاب میں عشرہ کے تین اماموں کے اختلافات درج ہیں شمس المتولی کی تاریخ وفات ۱۳۱۳ھ ہے۔ غرض غیث النفع۔ اور وجوہ المسفرہ ہماری ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے بالکل کافی ہیں۔ ان دونوں کی مدد کے لئے اتحاف فضلاء البشر سے کام لیا جاسکتا ہے۔ یہ سب مصنفین ہمارے سلسلے کے استاد ہیں۔

(۱۴) الغرض علم تجوید جس طرح سماعی طور سے ایک استاد فن سے دوسرے کو پہونچا۔ اوسی طرح اور انکے روبرو تصحیح اغلاط کے لئے ماہرین سلسلہ کے منضبطہ قواعد بھی موجود تھے جن سے بڑی مدد ملتی تھی۔ مگر سماعی طریقہ کو اہمیت و ترجیح حاصل ہے تاکہ تواتر و اتصال قائم رہے اور سنکر سیکھنے کی چیزیں درست ہوجائیں۔ اور کتاب کی عن فلاں عن فلاں بتاکر صاحب کتاب تک پہونچا دیا۔ چنانچہ شاطبیہ کے پڑھنے والے بھی شاطبی تک پڑھنے کی سند ملا دیتے ہیں۔ قراءت سبعہ کے اماموں کے لئے ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر (۴)

## (۱۵) ہندوستان میں اس علم کی اشاعت

مسلمان بادشاہوں کی فتوحات سے پہلے ہندوستان کی جانب ایک بڑا طبقہ صوفیائے کرام کا آیا۔ جس نے انسانی خدمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنا کام خاموشی سے شروع کردیا۔ یہ صوفیا تمام علوم دینی کے ماہر ہوتے تھے۔ اکثر صوفیا نے تمام بلاد اسلامیہ کا سفر کیا ہے اور جہاں ضرورت محسوس کی اپنے قیام کو طول دیدیا۔ چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح۔ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رح۔ سید جہانگیر اشرف رح۔ حضرت خواجہ محمد گیسو دراز رح۔ حضرت بابا شرف الدین رح۔ حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت رح۔ اور بہت سے بزرگ باشندے کہیں کے تھے۔ خدمت کہیں کی۔ وفات کہیں پائی۔ ان بزرگوں کے ساتھ بڑا گروہ مریدین و معتقدین کا ہوتا تھا جو پہلے علوم حاصل کرتے اور پھر خاموشی سے کام کرنے لگتے۔ مسلمان بادشاہوں کی فتوحات کے ہمراہ علماء و فضلاء کا گروہ یا تو اون کے ساتھ آیا۔ یا بعد میں آتا رہا۔ چونکہ علم کی قدر ہر جگہ ہوتی تھی اس لئے جہاں جاتے بڑی محنت سے

اپنا کام کرتے۔ چنانچہ پٹھان بادشاہوں کے زمانے میں اور پھر مغلیہ دور میں۔ دکن میں بہمنی بادشاہوں۔ اوسکے بعد عادل شاہی۔ قطب شاہی۔ برید شاہی دور میں علماء کی آمد برابر رہی۔ مسلمانوں کا طرز تعلیم بھی ایسا تھا کہ اوس میں نہ زیادہ صرفہ ہوتا تھا اور نہ زیادہ تنظیم کی ضرورت تھی۔ محلہ کی ہر مسجد مدرسہ تھی۔ ہر خانقاہ ایک تربیت گاہ تھی۔ ہر عالم ایک ماسٹر تھا۔ اپنے آقائے نامدار کے حکم کی پابندی میں یا تو پڑھتا تھا یا پڑھاتا تھا۔ یا دامے درمے مدد کرتا تھا یا علم دوست تھا۔ انھیں درس گاہوں اور خانقاہوں سے بڑے بڑے کردار کے آدمی نکلتے تھے۔

(۱۶) ان درسگاہوں میں مسلمانوں کے علوم کا سرچشمہ اور تعلیم کا مدار قرآن شریف پر تھا۔ اوس کا صحیح پڑھانا۔ تفسیر۔ حدیث۔ معانی۔ بیان۔ کلام۔ یہ سب قرآن شریف کے متعلقہ علوم گنے جاتے تھے۔ صحت سے قرآن شریف پڑھنا اوس کا ایسا لازمی جزو تھا کہ اوس کے اظہار کی بھی ضرورت نہ سمجھی جاتی تھی۔ کتنے آدمی آجکل یہ جانتے ہیں کہ اورنگ زیب سبعہ کے قاری تھے۔ یا ابوالحسن تاناشاہ جو نفاست و لطافت عیش و عشرت میں مشہور تھا اوس نے بیرونی جید قاری بلا کر اون سے قرادت سبعہ سیکھی۔ مگر تاریخ شاہد ہے کہ اورنگ زیب کے استادنے سبعہ کی جدا اورنگ زیب کے لئے تیار کی تھی اور علی الحسینی الکوہ کیلوی نے تاناشاہ کے ذوق کی تکمیل کے لئے سبعہ قرادت کے اختلافات بتلاتے ہوئے حلیتہ القاری کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی تھی شمس الدین التمش کے متعلق سب جانتے ہیں کہ وہ ایک رحمدل۔ نیک مزاج۔ صلح کل۔ زاہد متقی۔ پرہیزگار بادشاہ تھا مگر کتنے لوگ واقف ہیں کہ وہ اچھا قاری۔ اچھا خطاط۔ قرآن مجید کے رسم الخط کو جاننے والا تھا۔ وہ فرصت کے اوقات میں قرآن مجید لکھتا اور اوسکی آمدنی سے قوت لبسری کرتا تھا۔ مؤرخین ایک واقعہ اوسکی مروت اور خوش خلقی کے متعلق لکھتے ہیں جو فن قرادت کو اُجاگر کرنے والی بات ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ شمس الدین التمش بیٹھا قرآن شریف لکھ رہا تھا جبکہ ایک درباری ملنے کی غرض سے آگیا۔ اوس کو اندر بلا لیا۔ جو قرآن شریف لکھ رہا تھا اوس کو ایک طرف رکھ دیا۔ درباری کی نگاہ اثنائے گفتگو میں قرآن شریف پر پڑی تو لاالی اللہ تحشرون کے متعلق کہا کہ اگر گستاخی نہ سمجھی جائے تو جہاں پناہ کی خدمت میں کچھ عرض کروں۔ بادشاہ نے کہا۔ کہو۔ عرض کیا اس میں آپ نے ایک الف زیادہ لکھدیا ہے۔ جس سے معنی بگڑ جاتے ہیں۔ بادشاہ نے اوس حرف پر حلقہ بنالیا۔ اوس درباری کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ میں اس غلطی کی صحت کرلوں گا۔ جب وہ درباری چلا گیا تو حلقہ مٹا دیا۔ ایک ذہین ملازم نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور نے بغیر درست کئے حلقہ مٹا دیا۔ یہ کیا بات ہے۔ بادشاہ نے ہنسکر کہا کہ میں قرآنی رسم الخط سے زیادہ واقف ہوں۔ یہاں یہ الف زائدہ غیر ملفوظ رہے گا۔ میں نے اس درباری کی دل شکنی کرنی نہ چاہی۔ اگر میں قائل کرتا تو

وہ اور پریشان اور شرمندہ ہو جاتا۔ اس لئے اوسکی خاطر سے میں نے حلقہ بنالیا تھا۔ اب مٹا دیا۔ رسم الخط کا جاننے والا قاری ہی اسکی قدر کر سکتا ہے کہ بادشاہ کا علم کس قدر صحت پر مبنی تھا۔

(۱۷) پٹھان بادشاہان گجرات محمود بیگڑے اور مظفر شاہ کے زمانے میں احمد آباد میں قاری باہر سے آئے اور بعض کتابیں بھی تصنیف کی گئیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں جو کتابیں پیر محمد شاہ کے کتب خانے احمد آباد میں محفوظ ہیں اونکی فہرست یہ ہے۔

(الف) ۶۶۹ھ میں تجوید پر ایک چھوٹا سا رسالہ الوقوف فی اسرار الحروف عربی میں ابوالقاسم محمود بن حمزہ نے لکھا۔

(ب) ۶۶۹ھ میں دوسرا رسالہ فی التجوید محمد ابوبکر کا لکھا ہوا قلمی عربی زبان میں موجود ہے۔

(ج) ۶۶۹ھ کا لکھا ہوا قلمی نسخہ مطلع الشموس والبدور قراءت سبعہ میں عربی نظم شدہ ابو عبداللہ محمد ابن خلیل بن ابوبکر جلبی کا جو علامہ جزری سے پہلے کا زمانہ ہے۔ موجود ہے۔

(د) فتح اللہ بن عبدالصمد نے قراءت کے اصول میں رسالہ جواہر الفرقانی (۴۲) ورق کا فارسی میں ۹۲۶ھ میں لکھا۔ یہ قلمی نسخہ بھی موجود ہے۔

(۱۸) دکن میں قراءت کا شوق قدیم معلوم ہوتا ہے۔ نواب سالار جنگ کے عجائب خانے میں ایک قرآن مجید کیقباد کاتب کا لکھا ہوا ۸۰۷ھ کا محفوظ ہے۔ کاتب کا ادعا ہے کہ یہ قرآن مجید حضرت علیؓ کے دستی قرآن مجید کی ہو بہو نقل ہے۔ اس قرآن مجید میں سبعہ کے اختلافات حاشیئے پر درج ہیں یہ نہ معلوم ہوسکا کہ یہ قرآن مجید کہاں سے اور کب آیا۔ قیاس یہ ہے کہ ایران سے آیا ہوگا۔ مگر ہندوستان میں جس قدر نسخے قراءت سبعہ میں قرآن مجید کے پائے گئے اون سب میں یہ نسخہ جو چار سو برس پہلے کا ہے قدیم ترین معلوم ہوتا ہے۔

(۱۹) شاہ جہاں کے زمانے میں تقریباً ۱۰۵۰ھ میں ایک جید قاری عبدالخالق سید شمس الدین منوفی جو اسمٰعیل البقری کے شاگرد تھے دہلی آئے تھے۔ اون سے قراءت کا چرچا دہلی اور پانی پت میں پھیلا۔ سُنا ہے کہ اوس زمانے میں دہلی کے ہر گھر سے صحیح قراءت کی آواز آتی تھی۔ یہ سلسلہ عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی پہ ختم ہوا۔ دہلی اور پانی پت کے علاوہ اطراف وجوانب کے اور مقامات میں بھی قاری پیدا ہوئے۔ سید شمس الدین منوفی کے ایک شاگرد حاجی ابراہیم تھے جو عالمگیر کے استاد بھی تھے۔

عادل شاہیوں میں جب علی عادل شاہ ثانی کو قراءت کا شوق ہوا تو اوس کے دربار کے مشہور خوشنویس عبداللطیف نے سبعہ قراءت کے اختلافات کو حاشیہ پر بتلاتے ہوئے ۱۰۷۲ھ (مطابق ۱۶۶۱ء) میں مطلا قرآن شریف لکھا۔ اور میر عبداللہ بن میر عبدالحی بلخی نے فارسی میں بین السطور ترجمہ لکھدیا۔

یہ زمانہ تقریباً وہی ہے جبکہ شمس الدین متوفی دہلی ہیں تھے یہ قرآن شریف حیدرآباد کے عجائب خانہ میں محفوظ ہے۔
(۲۰) گولکنڈہ میں تاناشاہ کے زمانے میں بادشاہ کی فرمائش پر دربار کے مشہور خوشنویس حسین ابن رضا شیرازی نے حضرت عاصم کی قراءت سے ۱۰۸۵ھ میں ایک قرآن مجید لکھا جو حیدرآباد کے عجائب خانے میں موجود ہے۔

۱۰۸۰ھ میں علی الحسینی الکوہ کیلوی باہر سے دکن میں وارد ہوئے۔ تاناشاہ نے ان کی بیحد قدر کی۔ اون سے قراءات سبعہ سیکھنے کا شوق ظاہر کیا۔ چنانچہ صاحب موصوف نے ۱۰۹۴ھ میں حلیۃ القاری کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں قراءات سبعہ کے اختلافات بتلائے گئے۔ نیز وقوف سجاوندی کو شرح و بسط کے ساتھ لکھا۔ علاوہ ازیں آداب تلاوۃ القرآن و تعظیم استاد پر بھی بحث کی۔ یہ کتاب مدراس میں ڈاکٹر عبدالحقؒ صاحب کے کتب خانے میں موجود ہے۔

(۲۱) محمد عادل شاہ کے زمانہ میں بیجاپور میں محمد واصل نے سبعہ و عشرہ کے اختلافات حاشیے پر بتلاتے ہوئے۔ ایک قرآن مجید ۱۰۵۰ھ میں لکھا جو حیدرآباد میں محمد شبلی صاحب یزدانی کے پاس اب بھی موجود ہے۔

(۲۲) محمود گاوان نے جو مدرسہ بیدر میں قائم کیا تھا اوس کے اساتذہ دور دور سے بلائے گئے تھے مگر قراءت نے کس حد تک فروغ پایا اس کا حال معلوم نہ ہوسکا۔

(۲۳) ایک قرآن شریف ملا جیون نے ۱۱۰۰ھ میں اپنے ہاتھ سے لکھا۔ فرماتے ہیں کہ
"قرآن شریف من ید الضعیف ملّا جیون" اس قرآن شریف پر سبعہ کا حاشیہ ہے۔

(۲۴) ٹونک میں حفظ و قراءت کا شوق رہا۔ چنانچہ ٹونک کی لائبریری جو فصیح جہاں بیگم صاحبہ کی ہے اوس میں ایک قرآن شریف سبعہ کے حاشیہ کا تفضل حسین صاحب دہلوی کا ۱۱۵۶ھ کا لکھا ہوا موجود ہے جو سمو المکان محمد خاں کے لئے تحریر کیا گیا تھا۔

(۲۵) دوسرا قرآن شریف سبعہ کے حاشیے والا ۱۲۶۰ھ میں لکھا ہوا خواجہ محمد اسحاق کا دستی مذکورہ بالا لائبریری میں موجود ہے۔

(۲۶) ناظرین کرام واقف ہیں کہ جب تک خاص دلچسپی سبعہ کے قراءت میں نہ ہو سبعہ کے حاشیے نہیں لکھے جاتے۔ تفصیلات بالا سے ظاہر ہو گیا ہوگا کہ قراءت سے دلچسپی بادشاہوں، امراء سے لیکر عوام تک سب ہی میں تھی۔ مگر یہ دور ۱۸۵۷ء کے جنگ آزادی کی ناکام کوشش پر ختم ہو گیا۔

## گذشتہ صدی میں جو لے اعتنائی اس علم کے ساتھ رہی

(۲۷) ۱۸۵۷ء کے بعد حالات بالکل بدل گئے۔ علوم دینی در

دنیوی دو حصوں میں تقسیم ہوگئے۔ انگریزوں کے پاس انھیں لوگوں کی قدر ہونے لگی جو انگریزی جانتے ہوں تقریباً تیس سال تو مسلمانوں نے بالکل پروا نہ کی مگر آخر کب تک ایسا ہوتا۔ سرسید کا خیال تھا کہ طالب علموں پر دو بڑی غیر زبانوں کا بار ڈالنا یعنے عربی اور انگریزی سیکھنے کا بہت زیادہ ہے۔ لہذا انگریزی ہی کو اختیار کیا گیا۔ اور انگریزی کے ساتھ ریاضی۔ جغرافیہ۔ تاریخ وغیرہ آگئی۔ عربی کو اختیاری زبان سے زیادہ اہمیت نہ ملی۔ اوس کے مقابلے میں جو عربی یا اسلامی مدارس کھلے وہاں بھی قراءت کو کافی اہمیت نہ ملی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گذشتہ سو سال میں علم قراءت بالکل غیر اہم ہوکر رہ گیا۔ دوسری وجہ قراءت سے بے اعتنائی کی یہ ہوئی کہ جو خوش الحان نہ ہوتے اونکی قراءت کو عوام کم سنتے۔ اس لئے بھی علم قراءت میں محنت کرنے کا شوق نہوا۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ متصلہ متواترہ مسلسلہ قاری جو بلاد اسلامیہ سے آتے تھے۔ اونکی قدر نہ ہونے سے اون کا آنا بھی موقوف ہوگیا۔ چوتھی وجہ یہ تھی کہ اس علم میں محنت زیادہ درکار تھی اور رفتار زمانہ کے لحاظ سے قدر کی توقع کم۔ پانچویں یہ کہ خالص عملی کام تھا اس لئے کتابوں کے دیکھ لینے والوں کو اس مشق سے زیادہ لگاؤ پیدا نہ ہوا۔ ان تمام وجوہ کی بناء پر گذشتہ صدی میں اس علم کے لئے بہت بے اعتنائی کا دور رہا جسکی وجہ سے قراءت خاص خاص افراد میں باقی رہ گئی۔ اس صدی میں قراءت سیکھنے کا یہ طریقہ رائج رہا کہ جن کو شوق ہوتا وہ جب حج کیلئے جاتے تو مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں کسی مستند قاری سے قراءت سیکھتے اور واپس آکر اپنا درس جاری کرتے۔ چنانچہ حرمین کے مستند قراء عبیدی سمنودی اور کاظمی یہ تین صاحب سلسلہ ہستیاں تھیں جن سے سیکھ کر آنے والوں کی تعداد ہندوستان میں زیادہ پائی گئی۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے استاد محترم کے سلسلے میں یہ تینوں بزرگ آجاتے ہیں۔

## حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ

(۲۸) مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ ضلع ماندیڑہ موضع قندھار کے رہنے والے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۱۶۲ھ میں ناصر جنگ کے زمانے میں ہوئی۔ آپ دو مرتبہ حج کے لئے گئے۔ پہلی مرتبہ ۱۱۸۷ھ میں نواب نظام علیخاں کے زمانے میں سورت سے تشریف لے گئے۔ تین سال وہاں رہ کر مدینہ منورہ میں حضرت محمد بن عبداللہ مغربی المدنی سے قراءت سیکھی۔ سنہ ۱۱۹۰ھ میں واپس تشریف لائے۔ حدیث میں بھی آپ سند یافتہ تھے۔ مصر اور شام تک آپ کا سلسلہ پھیلا۔ ۱۲۴۱ھ میں وفات پائی۔

## حضرت میر شجاع الدین صاحبؒ

(۲۹) میر شجاع الدین حسین صاحبؒ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۱۹۱ھ میں

بُرہان پور میں ہوئی۔ سترہ سال کی عمر میں سنہ ۱۲۰۸ھ میں پہلی بار حج کے لئے تشریف لے گئے کئی سال عرب میں گذارے قراءت سبعہ کے بڑے جید حافظ ہوئے۔ سنہ ۱۲۱۵ھ میں بُرہان پور واپس آئے نگران کے سرپرست کا انتقال ہوجانے سے سنہ ۱۲۱۶ھ میں نواب نظام علیخاں کے آخری زمانہ میں حیدرآباد تشریف لے آئے۔ چار مینار کے پاس قدیم جامع مسجد میں قیام فرمایا عزت یار خاں المخاطب بہ محی الدولہ اوّل سے جو حدیث کے بڑے عالم تھے حدیث سیکھی۔ اور جامع مسجد ہی میں درس کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ نے ایک مدرسہ[1] شجاعیہ کے نام سے قائم کیا۔ علم تجوید میں ایک منظوم رسالہ لکھا جو چھپ چکا۔ اونکے ہاتھ کا ایک قلمی نسخہ اون کے پڑنواسے قاری تاج الدین صاحب کے پاس موجود ہے۔ آپ نے بڑھاپے میں دوسرا حج بھی کیا۔ آپ کا انتقال سنہ ۱۲۶۵ھ میں ہوا۔ آپ کا شاندار گنبد میر جملہ کے تالاب کے کنارے موجود ہے۔[1]

(۳۰) مولوی حافظ قمرالدین صاحب میر شجاع الدین صاحب کے خاص شاگردوں میں تھے جنکی ولادت غالباً سنہ ۱۲۰۰ھ کی ہے اور وفات سنہ ۱۳۰۱ھ۔ دوسرے شاگرد حافظ شمس الدین فیض تھے جو قاری اور حافظ ہونے کے علاوہ اچھے شاعر بھی تھے۔ مگر بزرگان متذکرہ سے قراءت کا سلسلہ

---

[1] میر شجاع الدین حسین صاحب کا تذکرہ تاریخ بُرہان پور۔ تاریخ گلزار آصفی۔ تذکرۂ اولیاء دکن۔ تاثر دکن میں تفصیلی طور پر درج ہے۔ آپ نے فقہ میں بھی ایک منظوم رسالہ کشف الخلاصہ لکھا جو بہت مقبول ہوا۔ اب تک بچوں کو پڑھایا جاتا ہے۔ آپ تجوید۔ حدیث وقفہ کی تعلیم دیتے تھے۔

کیفی نے اس وقت کی علم دوستی کے متعلق جو قطعہ لکھا ہے وہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

[1] جب محمد نے بسایا حیدرآباد دکن — در سنین حفظ از روئے جمل کرلو حساب

چار مینار ابنا یا مدرسہ کے واسطے — اور دیا حافظ ہے تاریخ بنائے لاجواب

کیسے کیسے تھے دکن میں قدردان علم وفن — لوگ کیا کیا جمع ہوتے تھے فضیلت انتساب

شیخ عین الدین گنج العلم تھا جن کا لقب — تھے یہی اطوار الابرار انکی اب تک ہے کتاب

تین دن ہفتے میں خود فیروز شاہ بہمنی — درس دیتا تھا فرشتے نے لکھا ہے اسکا باب

ملا فتح الدین شیرازی حبیب اللہ شاہ — شیخ علم اللہ محدث جن کا علامہ خطاب

اور علامہ محمد ابن خاتو با فقیہہ — مولوی عبدالکریم ایک ایک فرد لاجواب

مولوی حافظ شجاع الدین صاحب قادری — درسگاہیں ان سبھونکی تھیں نہایت کامیاب

جاری رہنا پایا نہیں جاتا۔

## قاری عبد الولیؒ اورنگ آبادی

(۳۱) اون کے بعد قابل ذکر ہستی عبد الولیؒ اورنگ آبادی کی ہے۔ آپ قوی الجثہ اور بڑے خوش الحان تھے۔ سنہ ۱۲۹۰ھ میں پہلے حج کے لئے تشریف لے گئے تو ایک سال وہاں رہکر شیخ حسن بدیری مصری سے قراءت سیکھی۔ شیخ حسن بدیری نے شیخ ابراہیم سے۔ انھوں نے سیّد محمد متولی سے اور انھوں نے عبیدی سے سیکھا تھا۔ عبد الولی صاحب نے واپسی کے بعد شہر حیدرآباد اورنگ آباد میں درس کا سلسلہ قائم کیا۔ عربی میں عمدۃ القصائد کے نام سے تجوید کے قواعد نظم کئے۔ اون کے شاگرد محمد ابراہیم صاحب تھے جو بڑے خوش الحان تھے۔ استاد سے منسوب کرکے اردو میں ولی القاری کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ عبد الولی صاحبؒ کی شہادت بعہد حضرت آصف سادس نواب میر محبوب علیخاں سنہ ۱۳۰۳ھ میں ہوئی۔ اُسی سال ولی القاری دار الطبع پتھر گٹی سے شایع ہوئی۔ عبد الولی صاحب کے دوسرے شاگرد اشرف الدین صاحب اورنگ آباد میں تھے۔ قاری محمد ابراہیم صاحب نے اپنی قراءت کی تکمیل بعد ازاں قاری تونسی صاحب سے کی جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

(۳۲) سنہ ۱۳۰ھ میں ایک مستند قاری عبد الوحید صاحب الہ آبادی دیوبند میں مدرس تھے۔ جنھوں نے ہدیتہ الوحید فی علم التجوید ایک کتاب لکھی۔

(۳۳) بھوپال میں عبد الہادی صاحب ایسا ہی سیکھ کر آئے۔ سنہ ۱۳۱ھ میں ایک اچھی کتاب قراءت سبعہ میں ہدایت القراء کے نام سے لکھی جو مطبع شاہجہانی بھوپال میں شایع ہوئی مگر اب کمیاب ہے۔ عبد الہادی صاحب کے ایک شاگرد بختیار تھے۔ جنھوں نے بھوپال میں قراءت کا درس جاری رکھا۔

(۳۴) سیّد سلیمان ابن داؤد بھوپال میں پیدا ہوئے۔ کم عمری میں والد کے ہمراہ مکہ معظمہ چلے گئے۔ مدرسۂ صولتیہ مکہ معظمہ میں علم تجوید سیکھا۔ بیس سال کی عمر میں واپس ہوئے نواب بشیر الدولہ مدار المہام حیدرآباد نے بہ عہد نواب میر محبوب علی خاں آصف سادس اون کو دار العلوم میں شیخ التجوید کی خدمت پر سنہ ۱۳۱۲ھ میں مقرر کیا۔ دس سال کے بعد بیگم صاحبہ بھوپال نے جب شاہجہانی مسجد تیار کی تو قاری صاحب کو بھوپال بلالیا۔ بیگم صاحبہ کے انتقال کے بعد قاری سیّد سلیمان صاحب کو وظیفہ ہوگیا تو دوبارہ سنہ ۱۳۵۰ھ میں حیدرآباد چلے آئے۔ تقریباً سنہ ۱۳۶۰ھ میں وفات پائی شاہ خاموش صاحبؒ کے گنبد کے پاس مدفون ہیں۔

(۳۵) مولانا عین القضاۃ صاحب حیدرآبادی قراءت سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے لکھنؤ میں مدرسہ عین القضاۃ قائم کیا جس میں قراءت کی تعلیم ہوتی تھی۔ اس مدرسہ کے لئے دور دور سے قاری بلائے گئے مشہور قاری ضیاء الدین صاحب بھی وہیں تھے۔ جنھوں نے ضیاء القرائت نامی ایک کتاب لکھی یہ کتاب لکھنؤ میں اب بھی ملتی ہے۔ یہ عبداللہ مکی کے شاگرد تھے جو حسن بدیری کے شاگرد تھے۔ عبدالرحمٰن صاحب الہ آبادی بھی عبداللہ صاحب مکی کے شاگرد تھے۔ نیز مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بھی مولوی عبداللہ صاحب کے شاگرد تھے۔

(۳۶) مفتی سید محمود صاحب مدراسی قراءت کے شوق میں مدراس سے حیدرآباد آئے تھے مگر جب سنا کہ سید محمد صاحب تونسی حیدرآباد سے جا چکے تو آپ مکہ معظمہ چلے گئے وہاں سید محمد تبریزی مصری سے جو مکہ معظمہ میں آ کر رہ گئے تھے قراءت سیکھی۔ بعد ازاں شیخ یٰسین خیار کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ بعد ازاں سید محمد صاحب تونسی سے مدینہ منورہ میں جا کر قراءت عشرہ کی تکمیل کی۔ مفتی سید محمود صاحب تقریباً آٹھ برس عرب میں رہے۔ واپس آ کر مدراس میں درس جاری کیا۔ ریاض القراء نامی ایک کتاب بھی لکھی۔ علم ہئیت سے واقف تھے۔ ۱۳۳۷ھ میں دائرہ ہندیہ (دھوپ گھڑی) جو مکہ مسجد میں تھی خراب ہو جانے سے آپ کو بلایا۔ اوس وقت حضرت قاری میر روشن علی صاحب اون کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔ مفتی صاحب کا انتقال ۱۳۴۵ھ میں مدراس میں ہوا۔ والاجاہی مسجد میں بحر العلوم کے مزار کے پاس دفن ہوئے۔

(۳۷) قاری عبدالخالق صاحب سہارنپور کے مدرسہ دینیات میں مستند قاری تھے۔ انھوں نے تیسیر التجوید نامی ایک کتاب لکھی۔ اون کے بعد قاری عبدالعزیز صاحب بہاری اسی مدرسہ کے شیخ التجوید ہوئے۔ قاری صاحب موصوف ۱۳۳۰ھ میں حج کے لئے گئے تھے۔ دس سال تک ۱۳۴۰ھ تک حرمین میں رہے۔ واپسی پر سہارنپور میں پچیس سال تک کام کیا۔ ۱۳۶۵ھ میں انتقال کیا۔

(۳۸) ایک بڑی عمدہ اور مفید کوشش قاری محی الاسلام صاحب پانی پتی نے جو حضرت شمس الدین منوفی سے سلسلہ رکھتے تھے کوئی بیس سال قبل شروع کی تھی۔ صاحب موصوف نے طبقۃ القرائے ہند لکھنی شروع کی۔ مختلف مقامات سے قراء کے حالات اور اونکے اسناد جمع کرنے شروع کئے۔ نیز جمعیت القراء کے نام سے ایک مجلس بھی دہلی میں قائم کی جس کے معتمد عبدالرحمٰن صاحب تھے مگر وہ کام کی تکمیل نہ کر سکے۔ اون کے مسودات بھی دہلی کے حالیہ فسادات میں نذر آتش ہو گئے۔

(۳۹) محمد غوث صاحب ابن ناصر الدین نے جو نواب عبدالغفار خاں ثابت جنگ نواب

ارکاٹ کے وزیر تھے۔ باوجود کثیر المشاغل ہونے کے نواب صاحب کے ایما سے قرآنی رسم الخط اور اختلاف قراء عشرہ میں ایک نہایت ضخیم کتاب نثر المرجان فی رسم نظم القرآن ۱۲۴۰ھ میں لکھی۔ جو سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور ہر جلد تقریباً سات سو صفحوں کی ہے۔ یہ کتاب رسم الخط میں بہت معتبر ہے۔ تقریباً ایک سو سال تک غیر مطبوعہ رہی۔ مولانا انوار اللہ خاں صاحب نے حکومت حیدرآباد کو توجہ دلا کر ۱۳۳۲ھ میں اشاعت العلوم حیدرآباد سے چھپوانا شروع کیا تو ۱۳۴۹ھ میں شروانی صاحب کے زمانے میں طباعت ختم ہوئی۔ اس کتاب کی تصنیف وطباعت پر ہندوستان جتنا فخر کرے بجا ہے۔ اس کتاب کی مانگ عربی ممالک میں بہت ہے۔ محمد غوث صاحب اور نواب آف آرکاٹ دونوں والاجاہی مسجد میں بحر العلوم کے مزار کے پاس مدفون ہیں۔

(۴۰) مذکورہ بالا بزرگوں کے جو چیدہ چیدہ حالات درج کئے گئے اون سے اندازہ ہوتا ہے کہ حج کو جانے والے عالموں نے علم قرارت کی کیا خدمت کی۔ مگر حیدرآباد اس معاملہ میں دوسرے مقامات کی بہ نسبت زیادہ خوش قسمت رہا۔ کیونکہ دوسرے مقامات میں صرف حاجیوں کی بدولت قرارت آئی مگر حیدرآباد میں دو طرح سے قرارت پھیلی مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ، مولانا میر شجاع الدین حسین صاحبؒ، قاری عبدالولی صاحبؒ، قاری سید سلیمان صاحب اور مفتی سید محمود صاحب کے حالات آپ سن چکے جن سے حیدرآباد میں علم تجوید کا خاصا ذوق پیدا ہوگیا تھا۔ دوسرا موقعہ یہ ملا کہ مکہ معظمہ سے راست مستند قاری یہاں آگئے۔ جن کے حالات یہ ہیں۔

### قاری تونسی

(۴۱) حضرت سید محمد ابن سید احمد المعروف بہ قاری تونسی جو قراءات سبعہ وعشرہ کے جاننے والے اور مستند عالم وحافظ تھے۔ پہلی مرتبہ ۱۳۰۶ھ میں حیدرآباد تشریف لائے اور بہ حکم آصف سادس نواب میر محبوب علیخاں (ماشاہ) روپیے ماہوار مقرر ہوئی آٹھ سال رہکر ۱۳۱۴ھ میں چلے گئے۔ دوسری بار ۱۳۱۷ھ میں آکر ایک سال قیام کیا۔ ۱۳۱۸ھ میں واپس تشریف لے گئے۔ اونکی آمد نے ذوق تجوید کو ابھارا اور لوگ رجوع ہونے لگے۔ اون سب میں نمایاں شخصیت محمد ابراہیم صاحب تمیصی کی تھی جو پہلے عبدالولی صاحب کے شاگرد رہ چکے تھے۔ آپ میز خانہ مبارک میں ملازم تھے۔ قراءات سبعہ سیکھنے کے لئے تونسی صاحب کے پاس جاتے تھے۔ شوق کا یہ عالم تھا کہ دن بھر افسر الملک مرحوم کے ماتحت میز خانہ مبارک میں کام کرتے شام کو پیدل سیف آباد سے سرور نگر جاتے جہاں سید محمد صاحب تونسی مقیم تھے۔ یہ فاصلہ کوئی دس میل ہوگا۔ وہاں پہونچ کر قرآن مجید کا درس شروع ہوتا۔ شوق کی وجہ سے جی چاہتا تھا کہ

جب تک استاد لبس نہ کہیں پڑھے جاؤ۔ اُستاد کو پڑھانے میں اس قدر شغف تھا کہ وہ پوری رات گذار دیتے اور سُننے جاتے۔ غرض صبح کی نماز پڑھکر واپس ہوتے اس طرح کئی کئی روز گذار کر قراٰت سبعہ و عشرہ سیکھی۔

مولانا قاری محمد ابراہیم صاحب کے شاگرد سب سے زیادہ ہوئے اور یہ سلسلہ بار آور رہا۔ سید محمد صاحب تونسی نے ۱۳۲۴ھ میں انتقال کیا۔ جنت البقیع میں امام نافع کے پاس دفن ہوئے۔

قاری تونسی صاحب کے شاگردوں میں دیگر قابل ذکر حسب ذیل ممتاز ہستیاں شمار کیجاتی ہیں:

(۱) حضرت حافظ قاری مولانا سید شاہ غلام غوث صاحب شطاری۔ ؎۱

(۲) حضرت حافظ قاری مولانا سیّد شاہ محمد علی صاحب شطاری جو حضرت مولانا سید غلام غوث صاحب شطاری کے چھوٹے بھائی اور حیدر آباد کے اجلہ علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ بھی بحر العلوم علامہ عباس علیخاں صاحب محدث رح کے ممتاز تلامذہ میں تھے۔ خدمت قوم میں اپنی تمام عمر صرف کی آپ نے ایک انجمن قرضہ حسنہ معین المسلمین کے نام سے قائم کی تھی جس کے معتمد کی حیثیت سے بلا معاوضہ برسوں مسلمانوں کو بلاسودی قرضہ دیا۔ یہ انجمن اس وقت قائم کی جس وقت حیدر آباد میں کوئی ایسی انجمن نہ تھی۔ آپ بھی جید حافظ اور قاری سبعہ تھے۔ ۱۲ رجب ۱۳۴۴ھ میں انتقال کیا۔

(۳) حضرت حافظ قاری مولانا سیّد شاہ عمر صاحب قادری۔ ؎۲

(۴) مولانا حافظ قاری سید اسد اللہ صاحب بھی بڑے عالم اور سبعہ کے قاری تھے۔ عمر گہ کے

---

؎۱ قاری حضرت مولانا سید غلام غوث صاحب شطاری رح حیدر آباد کے طبقہ علماء و مشایخ میں خاص شہرت و مقام کے حامل تھے بحر العلوم علامہ عباس علیخاں صاحب محدث رح کے اجلہ تلامذہ میں آپکا شمار ہے۔ چھ ماہ میں حافظ قرآن ہوئے اور دو مرتبہ حج و زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آپ کی فصیح البیانی سے اہل عرب بتکلف آپ کو دکنی باور کرتے تھے آپ کی تمام عمر علوم دینیہ کی خدمت میں بسر ہوئی۔ فتویٰ نویسی میں یدطولی رکھتے تھے آپ کا حلقۂ درس ہمیشہ جاری رہا۔ تفسیر، حدیث، فقہ، ادب اور تجوید ان فنوں میں بڑی شہرت تھی۔ حضرت قاری سید محمد صاحب تونسی حیدر آباد سے تشریف لے گئے تو اسٹیشن پر قاری صاحب موصوف نے اپنے تلامذہ سے خاص طور پر فرمایا کہ میرے بعد فن تجوید و قراءت میں جس کو ضرورت ہو وہ غلام غوث صاحب سے رجوع کرے چنانچہ قاری صاحب ممدوح کے شاگردوں میں قاری حافظ ایوب صاحب راولپنڈی نے آپ ہی سے سبعہ کی تکمیل کی آپ کی تاریخ انتقال ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ ہے

؎۲ قاری حضرت مولنا حافظ سید عمر صاحب قادری رح حیدر آباد کے مشہور عالم و مشائخ تھے۔ تمام عمر درس و تدریس و وعظ و نصیحت اور تفسیر القرآن میں بسر کی۔ عربی میں بھی اسی بے تکلفی سے تقریر فرماتے تھے جس طرح کہ اردو میں۔ آپ کی لکھی ہوئی تفسیر قادری آپ کے کمال علم و فن کا اردو میں بہترین شاہکار ہے۔ حضرت قاری تونسی صاحب رح کے تلامذہ میں آپ بھی بڑے جید اور حافظ قرآن تھے۔ حالات پیر طریقت مولفہ مولوی حکیم فضل اللہ صاحب قادری کے مطالعہ سے آپ کی خاصا اور روحانہ زندگی کے تفصیلی حالات معلوم ہوسکتے ہیں۔ ۱۹ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو انتقال فرمایا۔

ناظم عدالت تھے۔ باوجود علم وفضل کے طبیعت بہت سادہ تھی۔ شعر وسخن سے بھی آپ کو خاص دلچسپی تھی آپ کی اصلاحی نظمیں بہت مشہور رہیں۔

آپ ہی کے چھوٹے صاحبزادے مولانا قاری سید کلیم اللہ حسینی صاحب پروفیسر عثمانیہ کالج ہیں جن کا تذکرہ بعد میں آئے گا۔

(۵) مولانا قاری محمود حسین صاحب۔ حضرت قاری تونسی صاحبؒ کے ممتاز شاگردوں میں آپ کا بھی شمار تھا۔ سبعہ کے قاری تھے۔ آپ نے بھی تعلیم کے سلسلہ کو جاری رکھا تھا۔ متعدد اشخاص آپ سے مستفید ہوئے۔

(۶) مولوی قاری نظام الدین صاحب۔ آپ نے قاری تونسیؒ سے قراءت امام عاصم کوفیؒ کی تکمیل کی تھی۔ طبیعت بہت سادہ پائی تھی۔ سررشتہ بلدیہ میں سررشتہ دار کی حیثیت سے مامور رہکر وظیفہ حاصل کیا۔

(۷) حضرت مولانا قاری سید زین العابدین صاحب۔ آپ حضرت مولانا میر شجاع الدین حسین قبلہؒ کے پوتے تھے۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے پائی من بعد تفسیر وحدیث کی حضرت مولانا سید عمر صاحب قبلہؒ سے تکمیل کی۔ حضرت قاری تونسیؒ سے قراءت امام عاصم کوفی کی سند لی درویشانہ رنگ آپ پر غالب تھا۔

(۸) مولانا قاری سید فخرالدین صاحب۔ آپ بھی حضرت قاری تونسی علیہ الرحمہ کے حاشیہ نشینوں سے ہیں۔ گو حضرت قاری صاحب کے زمانہ میں آپ بہت کم عمر تھے مگر شوق کی وجہ حاضری برابر دیا کرتے تھے۔ من بعد آپ نے حضرت قاری ابراہیم صاحب سے قراءت امام عاصم کوفی و امام نافع مکی و امام ابن کثیر مدنی و امام ابو عمر بصری دجہنہ کے قراءات جمع کئے۔ آپ کے تلامذہ بھی بہت ہیں۔ اس وقت مدرسہ حفاظ مکہ مسجد کے صدر کی حیثیت سے مامور اور شاہی قاری ہیں۔

## قاری سید عبدالحق شریفی مکی

(۴۲) دوسری قابل قدر ہستی حضرت قاری عبدالحق صاحب شریفی مکی کی تھی۔ جو شریف حسین کے زمانہ میں ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ میں حیدرآباد تشریف لائے۔ ایک سال تک نواب افسر الملک مرحوم کے مکان میں مقیم رہے۔ انھیں کی مسجد میں درس ہوتا۔ قاری تونسی صاحب جو زمین ہموار کر گئے تھے اور قراءت کا جو چسکا ڈال گئے تھے اوسکی وجہ سے آپ کے آتے ہی لوگوں کا رجحان آپ کی طرف ہوا۔ حضرت عبدالحق صاحب کو بھی پڑھانے میں بڑا شغف تھا۔ دن کیا رات کے بڑے حصے تک درس جاری رہتا۔ صاحب موصوف ۱۳۳۶ھ میں واپس تشریف لے گئے۔ اور اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خاں بہادر نے براہ قدرشناسی

تین سو ماہانہ ماہوار جاری کیا۔ ۱۳۳۹ھ میں مکہ معظمہ میں انتقال ہوا۔ جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔

(۴۳) عبدالحیٰ صاحب کی اس آمد نے حیدرآباد میں اس علم کے طلباء میں ذوق پیدا کر دیا۔ صلاحیت رکھنے والے لوگوں نے سیکھنے کی طرف توجہ کی تو صاحب ثروت و علم دوست اشخاص نے دامے درمے مدد کی۔ ہفتہ واری یا ماہواری قراءت کے جلسوں کی ابتداء ہوئی۔ ان دلچسپی رکھنے والوں میں نواب عبدالباسط خاں و عبدالعزیز خاں صاحب۔ نواب افسر الملک۔ مولوی عبدالقیوم صاحب آبِ قائی خاص طور پر قابل ذکر ہیں کہ ان بزرگوں نے اساتذہ قراءت کو اپنے پاس مہمان ہی نہیں رکھا بلکہ درس و تدریس کے لئے پڑھنے والوں کی ضروریات و سہولتوں کا بھی انتظام کیا۔ اس طرح علم تجوید کی طرف بڑی توجہ ہوئی۔ مدرسۂ نظامیہ۔ مکہ مسجد اور دیگر مساجد میں قراءت کے شعبے کھلے اور ہر گھر سے قراءت کی صدا بلند ہونے لگی جس طرح کہ عبدالخالق شمس الدین متوفی کی آمد کی وجہ سے دلی میں اس کا چرچا ہو گیا تھا۔ غرض عبدالحق صاحب کے اس آمد نے بڑا کام کیا۔

اس مقام پر یہ صراحت بیجا نہ ہوگی کہ ابتداء سے سلاطین دکن نے اس مبارک علم کی ترویج میں کافی توجہ فرمائی۔ حضرت نواب میر محبوب علیخاں غفران مکاں کے عہد میں قاری عبدالولی صاحب رح و حضرت قاری تونسی صاحب رح و قاری سلیمان صاحب رح تشریف لائے تو حکومت کی جانب سے انکی خدمت کی گئی جس کا تذکرہ اوپر آ گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خاں آصف سابع کے مبارک عہد میں تو اس جانب کافی توجہ مبذول فرمائی گئی۔ نہ صرف قراء کے نام ماہوارات جاری ہوئے بلکہ شہزادگان کی تعلیم کا انتظام ہوا۔ مدارس میں قراءت کی جائدادیں قائم کی گئیں۔ سررشتہ تعلیمات میں ناظر القراء کا تقرر ہوا اس طرح بادشاہ وقت کے خصوصی توجہات نے عام طور پر ذوق کو اور بڑھا دیا۔

## قاری عبدالحق صاحب کے شاگرد

(۴۴) مولوی عبدالحق صاحب کے چار شاگرد قابل ذکر ہیں۔

(۱) حضرت مولانا قاری عبدالعزیز صاحب صدیقی۔ آپ حضرت علامہ عبدالقدیر صاحب صدیقی حسرت کے بڑے صاحبزادے سنہ ۱۳۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔ سولہ سال کی عمر میں مولوی فاضل و منشی فاضل کی پنجاب یونیورسٹی سے سند لی اور طلائی تمغہ پایا۔ قراءت کی ابتدائی تعلیم حضرت مولانا سید عمر صاحب رح سے پائی اور سبعہ کی تکمیل حضرت قاری عبدالحق صاحب سے کی۔ خداداد ذہانت تھی آپ کو شعر و سخن سے بہت دلچسپی اور علم موسیقی میں بھی کافی دخل تھا بہت خوش آواز

تھے۔ قرآن مجید کی تعلیم بڑے ذوق وشوق سے دیتے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ کو شدت سے جاڑا تھا اعضا شکنی بیحد تھی اسی عالم میں ایک شاگرد صاحب نے باہر سے آواز دی آپ فوراً رضائی اوڑھے باہر نکلے تو آپ کے ایک عزیز نے کہا کہ آج آپ کی طبیعت خراب ہے ایک روز تعطیل دیدیجئے تو جواب میں فرمایا کہ قرآن شریف پڑھنے یہ آئے ہیں اگر میں ان کو اس طرح واپس کردوں اور میری عمر کی یہ آخری گھڑی ہو تو کل قیامت میں اس سوال پر کہ ایک شخص قرآن مجید سیکھنے آیا تھا تو نے اس کو واپس لوٹا دیا۔ میں کیا جواب دے سکوں گا۔ لہٰذا جیسا بھی ہو تھوڑی دیر پڑھا دونگا۔

۲۲ صفر ۱۳۳۹ھ میں (۳۶) سال کی عمر میں آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

**(۲) مولانا قاری منیر علی صاحب۔** آپ علاوہ قاری ہونے کے عربی، فارسی میں بھی کافی دخل رکھتے تھے۔ ابتدائی تجوید کی تعلیم حضرت قاری تونسی سے پائی۔ من بعد حضرت قاری عبدالحق صاحب سے سبعہ کی سند لی۔ مدرسہ تعلیم المعلمین میں برسوں قرآن مجید کا درس دیتے رہے۔ کثرت سے آپ کے بھی شاگرد ہیں۔ علم تجوید میں "خلاصۃ التجوید" ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا جو بہت مقبول عام ہوا۔

**(۳) مولانا قاری سید کلیم اللہ حسینی صاحب۔۔** آپ کی ابتدائی تعلیم مدرسہ دارالعلوم میں ہوئی من بعد جامعہ عثمانیہ میں شریک ہوئے۔ پھر لندن سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی سبعہ کی تکمیل قاری عبدالحق صاحب سے کی۔ اس وقت عثمانیہ کالج میں پروفیسر فارسی کی حیثیت سے مامور ہیں۔ آپ کو خدمت قرآن کا بہت ذوق ہے۔ تعلیم قرآن کے ذوق میں مسجد بازار نورالامرا میں ایک مدرسہ قائم کیا ہے روزانہ بالالتزام خود درس دیتے ہیں اور آپ سے فیض یافتہ قرا کی تعداد بلدۂ حیدرآباد میں مصروف درس وتدریس ہے۔ آپ نے علم تجوید پر ایک رسالہ سراج الترتیل تالیف کیا ہے

(۴) حضرت امام القراء مولانا قاری میر روشن علی الحسینی صاحب چوتھے شاگرد ہیں۔

ان چاروں شاگردوں نے علم تجوید کی خدمت کی بے شمار شاگرد پیدا کئے۔ ان چاروں میں سب سے زیادہ قابل ذکر ہستی حضرت قاری میر روشن علی حسینی صاحب کی ہے جنکے مختصر حالات یہ ہیں۔

## قاری میر روشن علی حسینی صاحب

(۴۵) شیخ القراء والتجوید ابوالکاظم سید علی حسینی عرف قاری میر روشن علی حسینی صاحب بروز دوشنبہ ۲۴ رمضان المبارک سنہ ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۳ء میں بہ مقام حیدرآباد پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم دارالعلوم میں ہوئی۔ حافظ سید یوسف صاحب سے ابتدائی فارسی وغیرہ پڑھی۔ اچھے خطاط ہوئے۔ سنہ ۱۳۲۲ھ میں حضرت رضا علی شاہ صاحب چشتی رح سے اولاً سلسلہ چشتیہ میں من بعد سنہ ۱۳۳۸ھ میں حضرت

مولانا سید مخدوم حسینی صاحب قادری مفتی مدرسہ نظامیہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ اور حضرت مفتی صاحب موصوف سے حدیث و علم تصوف کی تعلیم پائی۔ بعد ازاں حضرت سید اشرف صاحب شمسی سے فارسی اور شعر گوئی میں تلمذ رہا۔ اور تخلص ضیا فرماتے ہیں۔ ۱۳۲۷ھ میں مہر کنی کا کام شروع کیا۔ گیارہ سال شاہی مہر کن کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ اوس کے بعد ۱۳۳۰ھ میں جامعہ نظامیہ نے شیخ التجوید والقراءت کے عہدہ پر آپ کا انتخاب کیا۔ ۱۳۴۳ھ میں شہزادگان بلند اقبال کی تعلیم بھی آپ سے متعلق کی گئی۔ ۱۳۵۴ھ میں مدرسہ نظامیہ سے سرکار عالی میں تبادلہ ہوا۔ شیخ التجوید کی حیثیت سے ناظر القراء کی خدمت پر جملہ مدارس بلدہ کی قرآن مجید، فارسی، عربی، اردو، دینیات اور اخلاقیات کی تنقیح کا کام حضرت موصوف کے سپرد ہوا۔ سولہ سال یہ خدمت انجام دینے کے بعد جمادی الثانی ۱۳۶۹ھ میں بہ سبب تخفیف جائداد وظیفہ پر سبکدوشی ہوئی۔

آپ نے علم تجوید کا سیکھنا قاری محمد ابراہیم صاحب سے ۱۳۲۲ھ میں شروع کیا۔ ۱۳۳۶ھ میں تکمیل کی۔ پہلے بروایت حفص قرآن مجید سنایا بعد ازاں سبعہ سے ختم کیا۔ عشرہ سے کچھ استفادہ بھی کیا۔ قاری محمد ابراہیم صاحب نے علم تجوید میں ولی القاری کے نام سے جو کتاب تصنیف کی تھی اوس کا ذکر تو پہلے آچکا ہے۔ آپ نے سبعہ قراءت کی ایک مکمل جدار (جدول) سات جلدوں میں تیار کی تھی جو قلمی اب تک اون کے صاحبزادے کے پاس محفوظ ہے۔ ۱۳۴۲ھ میں جدار کی طباعت کا کام بھی زیر نگرانی حضرت قاری میر روشن علی صاحب شروع ہوا۔ تقریباً دو پاروں کی جدار چھپ چکی تھی۔ مگر بعض اختلافات کی بنا پر یہ کام روک دیا گیا۔ طبع شدہ نسخے اب بھی حضرت قاری صاحب موصوف سے مل سکتے ہیں۔ ۱۳۳۶ھ میں حضرت قاری محمد ابراہیم صاحب کا انتقال ہوا۔

۱۳۳۵ھ میں جب قاری عبدالحق صاحب مکی حیدرآباد تشریف لائے تو میر روشن علی صاحب کو اون سے قراءت سیکھنے کا شوق ہوا۔ مگر مالی مشکلات اور تنگی روزگار کی وجہ سے چند روز تک حاضر خدمت نہ ہو سکے۔ اس کے بعد چھ مہینے میں قراءت سبعہ اور چار مہینے میں قراءت عشرہ کی تکمیل کی۔

قاری عبدالحق صاحب کے واپس چلے جانے کے بعد ۱۳۳۷ھ میں قاری میر روشن علی صاحب نے مفتی سید محمود صاحب مدراسی سے رجوع کیا۔ چند ماہ اون سے تلمذ رہا۔ چونکہ مفتی سید محمود صاحب قاری تونسی کے شاگرد تھے۔ اس طرح قاری میر روشن علی صاحب نے قاری سید محمد صاحب تونسی کے دو بڑے شاگردوں، یعنی قاری محمد ابراہیم اور مفتی سید محمود صاحب سے علم تجوید حاصل کیا۔ مجھے قاری میر روشن علی صاحب کی یہ بات ہمیشہ یاد رہے گی کہ آپ نے نہایت

وثوق سے فرمایا کہ میں نے اپنے مختلف استادوں کی ادائی و تعلیم میں کوئی فرق و اختلاف نہیں پایا۔ مخارج و صفات۔ مد و ادغام کی تعلیم میں سب کی رائے متفق تھی۔

قاری میر روشن علی صاحب نے جس شوق و محنت سے علم تجوید حاصل کیا اس کا تذکرہ اوپر آچکا ہے۔ چونکہ ذہانت خداداد تھی۔ سمجھ اچھی پائی تھی۔ حافظہ قوی تھا۔ اس لئے جو کچھ حاصل کیا تھا ہمیشہ شاگردوں کو تعلیم دیتے رہے۔ اون کے پاس بیٹھ کر اچھا قاری بھی کچھ نہ کچھ لے کر اُٹھتا ہے۔ سہ

فاش کردیتی ہے اسرارِ حیات
سو دبستاں اِک نگاہِ ہوشمند

آپ کی ہستی نہ صرف حیدرآباد کے لئے بلکہ ہندوستان کے لئے مغتنمات سے ہے۔ یہی خیال قاری محی الاسلام صاحب نے بیس سال پہلے ظاہر کیا تھا جبکہ وہ حیدرآباد تشریف لائے تھے چنانچہ تعلیم و تدریس کے بیرون سے آئے ہوئے مختلف قراء مثلاً قاری مصطفےٰ بن حسن صاحب مصری قاری سالم بن محمد صاحب مصری عضیفی۔ قاری محمد صدیق صاحب خراسانی سے علامہ نواب ضیاء یار جنگ مرحوم کے زیر صدارت تجوید و قراءت پر مباحثے بھی رہے۔ جس کے متعلق بیرونی قراء نے حضرت کے معقول استدلال کو تسلیم کیا اور علامہ موصوف نے بدیہی ایک قطعہ فارسی میں لکھکر جلسہ میں پڑھا جو حسب ذیل ہے۔

قدر روشن علی کہ میداند | نیست واقف ضیا کس از حالش
قاری اینچنیں بہ ہند کجا | در عرب کمتر اند امثالش

قاری میر روشن علی صاحب نے علم تجوید کی تعلیم کا سلسلہ سنہ ۱۳۲۴ھ سے شروع کیا اور اب تک یعنے سنہ ۱۳۷۴ھ میں بھی طالبان علم حضرت ممدوح سے برابر فیض پا رہے ہیں۔ بصارت کی کمی اور صحت کی خرابی کے باوجود اپنا کام جاری رکھا ہے ابتدائی زمانے میں تو اس علم کی اشاعت کا اس قدر غلبہ تھا کہ جب کوئی شاگرد آتے آتے رک جاتا تو آپ خود اس کے پاس جا کر اوسکو آنے کے لئے مجبور کرتے۔ چنانچہ حضرت کے اکثر شاگردوں کا بیان ہے کہ ہم بعض پریشانیوں کی وجہ سے کئی روز تک نہ جاسکے تو استاد محترم نے کئی مرتبہ مکانات پر تشریف لیجا کر طرح طرح سے ترغیب دیکر تکمیل قراءت پر مجبور کیا۔

درمیان میں ایک بار جب حضرت کی صحت زیادہ خراب ہوئی تو ایک جلسہ میں

آپ نے عام مستند تلامذہ کو بلاکر خطابات سرفراز فرمایا اور خلافت و نیابت عطا فرماکر عمر بھر اس کام میں لگے رہنے کی نصیحت فرمائی۔ ؎

مت سہل انھیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں



حضرت کے دو صاحبزادے میر کاظم علی حسینی صاحب اور میر عثمان علی حسینی صاحب اور ایک داماد میر اسد علی ان تینوں نے حضرت سے عشرہ کی تکمیل کی ہے۔ ایک صاحبزادے میر ہاشم علی حسینی صاحب ایک قراءت امام عاصم کے قاری ہیں جن کا ذکر بر وقت آئے گا۔

حضرت موصوف نے اپنے شیخ حضرت شیخ ابراہیم صاحب کی اجازت سے مجلس حمایت القراءت حیدرآباد کی بنا ۱۳۳۰ھ میں ڈالی پہلے سال تین طلباء حضرت سیدنا حفص رح کی روایت سے فارغ ہو کر نکلے۔ اوس سال سے لے کر ۱۳۷۰ھ تک برابر طلباء کامیاب ہو کر نکلتے رہے۔ ۱۳۷۰ھ میں اس مجلس حمایت القراءت کی چہل سالہ جوبلی منائی گئی۔ جس کی ایک مختصر روئیداد بھی علیحدہ چھپا کر تقسیم کی گئی ہے۔ اس چالیس سالہ مدت میں جسقدر لوگ مستفید ہوئے اون کی فہرست گنوانا تو مشکل ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں شاگرد ہیں مگر قابل ذکر شاگردوں کی تعداد بھی چار سو سے کم نہیں۔ سرسری فہرستیں جو یادداشت سے مرتب کی گئی ہیں وہ بطور ضمیمہ جات منسلک ہذا ہیں۔ ان سب میں پہلا ضمیمہ اون شاگردوں کا ہے جنکو حضرت نے خطابات و خلافت و نیابت سے سرفراز کیا ہے۔ دوسرا ضمیمہ قراءت عشرہ کے فارغین کا ہے۔ تیسرا ضمیمہ سبعہ قراءت کے فارغین کا ہے۔ چوتھا ضمیمہ امام عاصم کی ایک قراءت سے ختم کرنے والوں کا ہے۔

(۴ ۵) قراءت عشرہ کے فارغین کا جو فی الوقت حیدرآباد میں اشاعت قراءت میں مصروف ہیں۔ مختصر تذکرہ یہاں کر دیا جاتا ہے تاکہ لوگ اون سے متعارف ہو جائیں اور جو کام وہ لوگ خاموشی سے کر رہے ہیں اون سے باخبر ہوں۔

## مولوی قاری شاہ تاج الدین صاحب

(۴۶) شیخ القراء حضرت میر روشن علی صاحب کے شاگردوں میں سب سے زیادہ قابل قدر ہستی شاہ تاج الدین صاحب کی ہے۔ آپ کے والد کا نام شاہ محمد سعید الدین صاحب تھا۔ ولادت ۱۳۲۱ھ کی ہے دادیال میں حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رح کے پڑپوتے۔ اور ننیال میں

حضرت حافظ میر شجاع الدین صاحب کے پڑنواسے ہیں۔ علوم متداولہ صرف و نحو۔ تفسیر۔ حدیث و فقہ کی تعلیم کے بعد قراءت امام عاصم سے قرآن سنہ ۱۳۴۰ھ میں استاد محترم کو سنایا۔ سبعہ قراءت کی تکمیل سنہ ۱۳۴۱ھ میں کی۔ اور قراءت عشرہ کی تکمیل سنہ ۱۳۴۲ھ میں کی اوس وقت سے لیکر ابتک برابر تجوید کا درس دے رہے ہیں۔ آپ کو استاد محترم سے موید القراء کا خطاب و خلافت و نیابت ملی ہے۔ اوسی نام سے آپ نے قراءت کا مدرسہ بھی قائم کیا۔ گذشتہ تیس سال کے عرصہ میں بہت سے شاگرد سیکھ کر نکلے۔ اون سب میں ممتاز شیخ سالم صاحب عمودی ہیں جو عشرہ کے قاری ہیں اور بہت سے اپنے شاگردوں کو مستفیض کیا ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے عشرہ کے قاری اشرف علی صاحب۔ بانیٔ مدرسہ اشرف المدارس تھے۔ ایک اور صاحب حمید احمد عرف منذر احمد صاحب عشرہ کی تکمیل آپ سے کر رہے ہیں۔ سبعہ کے فارغین میں تین اصحاب تھے (۱) محمد لیاقت حسین صاحب (۲) ہاشم علی صاحب (۳) سید شاہ عبداللہ صاحب المحض القادری۔ ان کے علاوہ ایک قراءت سے سیکھنے والوں کی تعداد بھی ذو ۲ سَو سے کم نہو گی۔

## مولوی حافظ عبدالرحمن صاحب حموی

(۴۷) حضرت کے دوسرے قابل قدر شاگرد حافظ عبدالرحمن حموی ہیں۔ والد کا نام محفوظ بن عبداللہ حدحسن حموی یمنی تھا۔ پیدائش حیدرآباد سنہ ۱۳۲۰ھ مطابق سنہ ۱۹۰۲ھ کی ہے حفظ کی سند سنہ ۱۳۳۲ھ میں لی۔ سنہ ۱۳۴۱ھ میں قراءت سبعہ سے قرآن شریف حضرت میر روشن علی صاحب کو سنایا۔ سنہ ۱۳۴۲ھ میں عشرہ کی تکمیل کی۔ سنہ ۱۳۴۳ھ میں باغ عامہ کی مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۳۵۱ھ میں مولوی کامل کی سند جامعہ نظامیہ سے حاصل کی۔ سنہ ۱۳۵۲ھ میں جامعہ نظامیہ میں شیخ التجوید مقرر ہوئے۔ ۲۲ سال خدمت انجام دینے کے بعد سنہ ۱۳۷۳ھ میں تخفیف جائداد کی وجہ سے وظیفہ پر سبکدوش ہوئے۔ گذشتہ تیس سال سے آپ برابر تجوید کی تعلیم دے رہے ہیں۔ قراءت عشرہ سے جو سات قراء فارغ ہو کر نکلے وہ یہ ہیں۔

(۱) سید حمید اللہ صاحب حسینی
(۲) عبدالستار خاں صاحب
(۳) شیخ صالح یافعی مولوی فاضل
(۴) ڈاکٹر وحید الزماں صاحب
(۵) سید انور حسین صاحب
(۶) حافظ سید محمود صاحب
(۷) محمد ولی اللہ صاحب مولوی کامل

ان کے علاوہ سبعہ قراآت سے ایک صاحب حامد علی صاحب بھی فارغ ہوئے ہیں - اور امام عاصم کی قراءت سے تکمیل کرنے والوں کی تعداد پچاس سے کم نہیں استاد محترم نے آپ کو نصیر القراء کا خطاب وخلافت ونیابت عطا فرمائی ہے۔

## مولوی حافظ اکبر علی بیگ صاحب

(۴۸) پیدائش ۱۳۱۶ھ - مدرسہ نظامیہ سے تحصیل علوم کے بعد حفظ کی سند ۱۳۳۰ھ میں لی بسنہ ۱۳۴۱ھ میں سبعہ قراءت کی تکمیل استاد محترم سے کی بسنہ ۱۳۴۲ھ میں عشرہ کی سند لی - اوسوقت سے برابر درس و تدریس میں مشغول ہیں - آج کل نظام آباد کی جامع مسجد میں پیش امام وخطیب ہیں - وہیں قراءات کا درس بھی دیتے ہیں - استاد محترم نے آپ کو ضیاء القراء کا خطاب و خلافت و نیابت عطا فرمائی ہے۔

## مولوی سید شاہ محی الدین صاحب نبیرہ قادری

(۴۹) آپ حضرت پیران پیر کی اولاد میں ہیں حضرت سے قراءات سبعہ کی تکمیل ۱۳۴۳ھ میں کی اور جامعہ نظامیہ سے مولوی کامل کی سند حاصل کی - استاد محترم نے آپ کو افصح القراء کا خطاب وخلافت ونیابت عطا فرمائی ہے۔

## حافظ مولوی عبد الرحیم صاحب

(۵۰) پیدائش ۱۳۱۴ھ حفظ کی تکمیل ۱۳۲۹ھ میں کی - سبعہ قراآت کی سند ۱۳۴۲ھ میں اور قراآت عشرہ کی تکمیل ۱۳۶۲ھ میں کی مکہ مسجد کے پیش امام ہیں - آپ کا فیض قراءت وحفظ جاری ہے - استاد محترم نے آپ کو افضل القراء کا خطاب وخلافت ونیابت عطا فرمائی ہے۔

## حافظ مولوی سید حسن شاہ صاحب

(۵۱) والد کا نام سید امیر شاہ صاحب پیدائش ۱۳۲۴ھ ابتدائی تعلیم وحفظ مدرسہ محبوبیہ میں شروع کیا - پھر مدرسۂ نظامیہ میں داخل ہوئے حفظ کی سند ۱۳۴۰ھ میں لی ایک قراءت سے قرآن شریف ۱۳۴۱ھ میں سنایا ۱۳۴۵ھ میں سبعہ قراآت کی سند لی - ۱۳۵۲ھ میں مدرسۂ نظامیہ سے مولوی کامل کی سند لی - ۱۳۶۲ھ میں عشرہ کی تکمیل کی - چوک کی مسجد کے پیش امام ہیں - وہیں قراءت کا درس جاری رکھا ہے - استاد محترم نے آپ کو ممتاز القراء کا خطاب وخلافت ونیابت عطا فرمائی۔

---

## مولوی حکیم ریاض الدین احمد صاحب

(۵۲) والد کا نام حکیم شاہ محمد صدیقی صاحب۔ پیدائش ۱۳۱۷ھ میں ہوئی۔ مدرسۂ نظامیہ سے مولوی عالم کی سند ۱۳۳۳ھ میں لی۔ پھر میٹرک کی تعلیم پائی۔ ۱۳۳۹ھ میں مدرسۂ نظامیہ میں ریاضی کے استاد مقرر ہوئے۔ ۱۳۴۵ھ میں قرأت سبعہ کی سند لی۔ ۱۳۶۲ھ میں قرأت عشرہ کی تکمیل کی۔ سولہ سال تک امتحانات قراءات کے مدرسۂ نظامیہ میں ممتحن رہے۔ بہت سے اشخاص آپ سے فیض یاب ہوئے۔ استاد محترم نے آپ کو افتخار القراء کا خطاب و خلافت و نیابت عطا فرمائی۔

آپ کے شاگردوں کے منجملہ ایک مسمی محمد رحیم الدین صاحب قابل ذکر ہیں جو قراءت امام عاصم کوفی کی تکمیل کر کے پاکستان میں سلسلۂ تعلیم جاری رکھا ہے۔ اور دوسرے سید خواجہ صاحب ہیں جو قراءت امام عاصم کوفی رح کی تکمیل کے بعد مدرسہ دینیات پٹیلہ برج میں قراءت کی تعلیم دے رہے ہیں۔

## مولوی قاری میر کاظم علی حسینی صاحب

(۵۳) شیخ القراء کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ ولادت ۱۳۲۴ھ کی ہے ابتدائی تعلیم و قراءت والد ہی سے حاصل کی۔ پھر مدرسۂ نظامیہ میں تحصیل علم کیا۔ ۱۳۴۵ھ میں قراءت امام عاصم سے قرآن شریف اپنے والد ہی کو سنایا۔ ۱۳۵۲ھ میں قرأت سبعہ کی سند لی۔ پھر ۱۳۶۲ھ میں قرأت عشرہ کی تکمیل کی۔ ۱۹۴۷ء سے اعلیحضرت کے نبیرزادگان ملبدا قبال کے استاد مقرر ہوئے۔ استاد و والد محترم نے آپ کو انیس القراء کا خطاب و خلافت و نیابت عطا فرمائی۔ آپ مجلس حمایت القراء کی ممبری کی خدمت عرصہ سے انجام دیتے ہیں۔ عطائے خطابات کے جلسہ میں حضرت نے آپ کی رسم دستار بندی کی اور جانشینی کا اعلان فرمایا۔

## حضرت سید محی الدین صاحب الحسینی القادری

(۵۴) مشائخی گھرانے کے چشم و چراغ جو حضرت سید یحییٰ پاشا صاحب الحسینی القادری کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ ۱۳۲۴ھ میں ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ مدرسۂ حفاظ سے ۱۳۴۲ھ میں تکمیل حفظ کی سند لی۔ مدرسۂ نظامیہ میں مولوی عالم کی تعلیم پائی۔ مولوی کا امتحان سررشتۂ تعلیمات سرکار عالی سے

پاس کیا۔ مولانا عبد القدیر صاحب صدیقی و مولانا قطب الدین احمد صاحب محمودی سے تفسیر و حدیث کی تکمیل کی۔ معتمدی صرف خاص میں مددگاری پر فائز ہوئے۔ ۱۳۵۳ھ میں قرأت سبعہ کی سند لی۔ اور ۱۳۶۲ھ میں قرأت عشرہ کی تکمیل کی۔ ۱۳۷۲ھ میں سجادہ نشین ہوئے استاد محترم نے آپ کو معین القراء کا خطاب و خلافت و نیابت عطا فرمائی۔

آپ کے دو صاحبزادے سید محمد صدیق صاحب و سید ابو عبد اللہ الحسین نے ایک قرأت سے قرآن شریف سنایا ہے۔

## الحاج حافظ حضرت سید ابراہیم صاحب الحسینی القادری

(۵۵) مشائخی ممتاز خاندان کے یہ بھی چشم و چراغ ہیں اور حضرت سید یحیی پاشا صاحب الحسینی القادری کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ ۱۳۲۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ حفظ کی سند ۱۳۴۱ھ میں لی۔ ۱۳۵۰ھ میں مدرسہ نظامیہ سے مولوی فاضل کی سند لی۔ قرأت کی ابتدائی تعلیم حضرت قاری عبد العزیز صاحب صدیقی سے پائی۔ ۱۳۵۲ھ میں شیخ القراء میر روشن علی صاحب سے سبعہ کی سند لی اور عشرہ کی تکمیل ۱۳۶۲ھ میں کی۔ ۱۳۷۳ھ میں حج کا فریضہ ادا کیا۔ استاد محترم نے آپ کو امین القراء کا خطاب و خلافت و نیابت عطا فرمائی ہے۔

## مولوی عبد الکریم صاحب

(۵۶) پیدائش ۱۳۲۶ھ مدرسہ نظامیہ سے مولوی کی سند حاصل کی اور مولوی عالم تک تعلیم پائی۔ ۱۳۵۸ھ میں امام عاصم کی قرأت سے قرآن پاک سنایا۔ ۱۳۶۰ھ میں قرأت سبعہ کی سند حاصل کی۔ ایک عرصہ تک مدرسہ دینیات واقع جڑ چرلہ کے معتمد رہے۔ اب ضلع محبوب نگر میں ایک علیحدہ مدرسہ قائم کر کے کام کر رہے ہیں۔ استاد محترم نے آپ کو بدر القراء کا خطاب و خلافت و نیابت عطا فرمائی ہے۔

## مولوی میر اسد علی صاحب رفاعی

(۵۷) یہ حضرت شیخ القراء کے چھوٹے داماد اور حضرت سید احمد کبیر رفاعی کی اولاد سے ہیں۔ ولادت ۱۳۲۸ھ۔ عثمانیہ یونیورسٹی سے ایم۔ ایس۔ سی کی ڈگری لینے کے بعد انگلستان سے پی۔ ایچ۔ ڈی کیا۔ امریکہ سے صنعتی ڈگری حاصل کی۔ ۱۳۶۰ھ میں امام عاصم کی قرأت سے قرآن شریف سنایا۔ ۱۳۶۱ھ میں قرأت سبعہ کی سند لی۔ ۱۳۶۲ھ میں عشرہ کی

تکمیل کی۔ اس وقت حکومت پاکستان میں ناظم ترقیات کے عہدے پر فائز ہیں۔ استاد محترم نے آپ کو یمین القراء کا خطاب و خلافت و نیابت عطا فرمائی ہے۔

## مولوی میر عثمان علی حسینی صاحب

(۵۸) یہ حضرت شیخ القراء کے چھوٹے صاحبزادے ہیں ۱۳۳۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی ۱۳۵۷ھ میں دار العلوم سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۳۵۸ھ میں مدرس ہوئے۔ آپ نے قرآن شریف امام عاصم کی قراءت سے ۱۳۶۰ھ میں سنایا۔ قراءت سبعہ کی سند ۱۳۶۱ھ میں لی۔ قراءات عشرہ کی تکمیل ۱۳۶۲ھ میں کی۔ آپ طبعاً ذہین ہیں قرآن مجید بڑی تحقیق و خوبی سے پڑھتے ہیں۔ والد محترم کے اکثر شاگردوں کو سبعہ و عشرہ قراءات کی تکمیل میں مدد فرماتے ہیں۔ استاد و والد محترم نے آپ کو عمدۃ القراء کا خطاب و خلافت و نیابت عطا فرمائی ہے

## الحاج کرنل مرزا بسم اللہ بیگ بی۔ اے

(۵۹) والد کا نام مرزا محمد علی بیگ صاحب پیدائش ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۱ء۔ ۱۳۴۶ھ میں گراجویٹ ہوئے۔ فوج میں ترقی کرتے ہوئے کرنل کے عہدے سے ۱۳۶۸ھ میں وظیفہ پر سبکدوش ہوئے۔ فارسی۔ عربی و شاعری میں مولانا سید اشرف صاحب شمسی و جلال الدین صاحب توفیق سے تلمذ رہا۔ مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی و پروفیسر سید نبی صاحب سے عربی و تفسیر میں تلمذ رہا۔ دو حج کئے پہلا ۱۳۵۶ھ میں اور دوسرا ۱۳۷۱ھ میں دونوں مرتبہ زیارت حرم نبوی سے بھی مشرف ہوئے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت سید شاہ ضیاء الدین حسن صاحب سے ۱۳۴۴ھ میں بیعت ۱۳۵۵ھ میں خلافت حاصل کی۔ قراءت کی ابتداء قاری شیخ سالم صاحب و حافظ قاری فضل علی صاحب و قاری عبد الرحمن بن محفوظ صاحب سے کی۔ ۱۳۶۴ھ م ۱۹۴۴ء میں حضرت امام عاصم کی قراءت سے حضرت شیخ القراء کو قرآن شریف سنایا۔ ۱۳۷۰ھ میں قراءات سبعہ و عشرہ کی تکمیل کی استاد محترم نے آپ کو عماد القراء کا خطاب و خلافت و نیابت سے سرفراز فرمایا۔

حیدرآباد کی کئی مساجد میں اور ہندوستان کے اکثر شہروں میں آپ نے اعزازی طور پر قراءت اور تجوید کی تعلیم دی۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد کئی سو ہے۔ جن میں سے بعض کا ذکر دوسری جگہ آ گیا ہے۔ قراءت عاصم رح سے جن حضرات نے آپ سے تکمیل کی ہے ان میں سے

چند کے اسماء درج ذیل ہیں۔
(۱) قاری سید کلیم اللہ صاحب قادری ناظم عطیات
(۲) قاری سید قطب الدین صاحب تعلقدار
(۳) قاری ابوطالب صاحب
(۴) قاری عبدالعلیم صاحب (۵) خواجہ حمید احمد صاحب وغیرہ

## مولوی خواجہ محمد احمد صاحب مولوی فاضل ایم۔اے۔ایل ایل بی

(۶۰) والد کا نام خواجہ سید فخرالدین احمد شاہ صاحب صابری۔ جامعہ عثمانیہ سے ایم اے ایل ایل بی۔ علوم مشرقیہ میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ آپ کو اپنے برادر بزرگ حضرت خواجہ حسن احمد صاحب صابری سے جملہ سلسلوں میں بیعت حاصل ہے۔ آپ ناظم آثار قدیمہ و کیوریٹر حیدرآباد میوزیم رہ چکے ہیں۔ ۱۳۷۲ھ میں قراءت کی تعلیم ابتداً اپنی والدۂ محترمہ سے اور دیگر اساتذہ سے پائی اور بعد ازاں قاری الحاج جمیل خاں صاحب مرحوم اور مولف کتاب ہذا سے پائی۔ قاری شیخ سالم صاحب عمودی کی خدمت میں حضرت عاصم کی قراءت سے قرآن شریف سنایا۔ زاں بعد حضرت شیخ القراء میر روشن علی صاحب کی خدمت میں زانوادب تہہ کیا اور علم تجوید کی باضابطہ تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۷۲ھ میں حضرت کی حضوری میں امام عاصم کی قراءت سے قرآن شریف سنایا اور ۱۳۷۳ھ میں قراءات عشرہ میں سنایا۔

آپ کو فن تجوید سے بڑی دلچسپی ہے اور تحقیق و تجسس کا مادہ بہت ہے۔ اکثر مدارس میں قراءت کی ترویج پر تقاریر فرماتے ہیں۔ قراءت سے متعلقہ کتب کا بہت عمدہ ذخیرہ و کتب خانہ آپ کے پاس ہے۔ حضرت استاد محترم نے آپ کو نادرالقراء کا خطاب دیتے ہوئے خلافت و نیابت عطا فرمائی۔

## الحاج مولوی حبیب محمد خاں صاحب ڈلہ زی نقشبندی

(۶۱) والد کا نام محمد نصیب خاں صاحب۔ پیدائش ۳ رجب ۱۳۱۶ھ مطابق ۷ نومبر ۱۸۹۷ء۔ ابتدائی تعلیم قاری فضل علی صاحب کے پاس ہوئی۔ مدرسہ دارالعلوم میں شرکت رہی۔ تین حج کئے۔ پہلا ۱۳۴۶ھ میں دوسرا ۱۳۴۹ھ میں تیسرا

سنہ ۱۳۵۲ھ میں۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ سے سنہ ۱۳۴۴ھ میں بیعت کی۔ سنہ ۱۳۷۳ھ میں خلافت عطا ہوئی۔ قراءت کا شوق ابتداء سے رہا۔ حضرت امام عاصم کی قراءت سے قرآن شریف استاد محترم کو سنہ ۱۳۷۲ھ میں سنایا۔ قراءات عشرہ کی تکمیل سنہ ۱۳۷۳ھ میں کی۔ آپ دو تین مسجدوں میں درس قرآن دے رہے ہیں۔ آپ بڑی خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔ استاد محترم نے آپ کو حبیب القراء کا خطاب دیگر خلافت و نیابت سے سرفراز فرمایا ہے۔

آپ کے پاس اس وقت تک جنھوں نے قراءت سیدنا عاصم کی تکمیل کی ہے ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) ڈاکٹر میجر عبد الغفار صاحب گھکری۔
(۲) جمیل احمد شاہ صاحب عرف فقیر شاہ صاحب
(۳) تمیز الدین خاں صاحب براری
(۴) خواجہ حبیب الدین صاحب اجمیری۔

# ضمیمہ نمبر (ا)

## فہرست اسماء خطاب یافتگان جشن چہل سالہ مجلس حمایت القرآت

| نمبر شمار | نام | خطاب | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۱ | مرزا اکبر علی بیگ صاحب پیش امام جامع مسجد نظام آباد | ضیاء القراء | |
| ۲ | شاہ محمد تاج الدین صاحب | مویدا القراء | |
| ۳ | عبدالرحمن صاحب بن محفوظ | نصیر القراء | |
| ۴ | شاہ محی الدین صاحب نبیرہ قادری | افصح القراء | |
| ۵ | حافظ عبدالرحیم صاحب پیش امام مکہ مسجد | افضل القراء | |
| ۶ | حافظ سید حسن شاہ صاحب ؍؍ مسجد چوک | ممتاز القراء | |
| ۷ | حکیم ریاض الدین احمد صاحب ہیڈ مدرس مدرسہ نظامیہ | افتخار القراء | |
| ۸ | میر کاظم علی صاحب | انیس القراء | |
| ۹ | سیّد ابراہیم حسینی صاحب | امین القراء | |
| ۱۰ | محمد عبدالکریم صاحب صدر مدرس چڑچلہ | بدر القراء | |
| ۱۱ | میر اسد علی صاحب | یمین القراء | |
| ۱۲ | میر عثمان علی صاحب مدرس | عمدۃ القراء | |
| ۱۳ | سید محی الدین حسینی صاحب | معین القراء | |
| ۱۴ | کرنل مرزا بسم اللہ بیگ صاحب | عماد القراء | |
| ۱۵ | خواجہ محمد احمد صاحب | نادر القراء | |
| ۱۶ | حبیب محمد خاں صاحب | حبیب القراء | |

# ضمیمہ نمبر (۲)

## فہرست اسماء قراء جنھوں نے قرأت عشرہ کی تکمیل کی

| سلسلہ نمبر | نام | سنہ | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- |
| ۱ | مرزا اکبر علی بیگ صاحب | سنہ ۱۳۴۲ھ | |
| ۲ | شاہ محمد تاج الدین صاحب | // | |
| ۳ | حافظ عبد الرحمٰن صاحب بن محفوظ | // | |
| ۴ | حافظ عبد الرحیم صاحب | سنہ ۱۳۶۲ھ | |
| ۵ | سیّد حسن شاہ صاحب | سنہ ۱۳۶۲ھ | |
| ۶ | حکیم ریاض الدین احمد صاحب | // | |
| ۷ | میر کاظم علی صاحب | سنہ ۱۳۶۲ھ | |
| ۸ | سیّد ابراہیم صاحب قادری | سنہ ۱۳۶۲ھ | |
| ۹ | میر اسد علی صاحب | سنہ ۱۳۶۲ھ | |
| ۱۰ | میر عثمان علی صاحب | // | |
| ۱۱ | سیّد عطاء حسین صاحب | // | |
| ۱۲ | سیّد محی الدین صاحب قادری | // | |
| ۱۳ | مرزا بسم اللہ بیگ صاحب | سنہ ۱۳۷۳ھ | |
| ۱۴ | خواجہ محمد احمد صاحب | // | |
| ۱۵ | حبیب محمد خاں صاحب | // | |

# ضمیمہ نمبر (۳) فہرست اسماء قرا جنھوں نے قرآات سبعہ کی تکمیل کی۔

| سلسلہ نمبر | نام | سنہ | کیفیت |
|---|---|---|---|
| ۱ | حافظ مرزا اکبر علی بیگ صاحب | ۱۳۴۱ھ | |
| ۲ | شاہ محمد تاج الدین صاحب | ″ | |
| ۳ | حافظ محمد عبدالرحمٰن صاحب بن محفوظ حمودی | ″ | |
| ۴ | شیخ علی بن مبارک | ″ | |
| ۵ | وجدان باشراجیل مکلوی | ″ | |
| ۶ | سید شاہ محی الدین صاحب نبیرۂ قادری | ۱۳۴۲ھ | |
| ۷ | حافظ عبدالرحیم قریشی | ″ | |
| ۸ | سید احمد حسین لمیاری | ″ | |
| ۹ | سید حسین شاہ صاحب | ۱۳۴۵ف | |
| ۱۰ | حکیم ریاض الدین احمد صاحب | ″ | |
| ۱۱ | محمد اسعید صاحب | ۱۳۵۲ھ | |
| ۱۲ | میر کاظم علی صاحب | | |
| ۱۳ | الحاج سید ابراہیم صاحب قادری | | |
| ۱۴ | سید محی الدین صاحب قادری | ۱۳۵۳ھ | |
| ۱۵ | محمد عبدالکریم صاحب | ″ | |
| ۱۶ | میر اسد علی صاحب | ۱۳۶۱ھ | |
| ۱۷ | میر عثمان علی صاحب | ″ | |
| ۱۸ | سید عطاء حسین صاحب | ″ | |
| ۱۹ | الحاج کرنل مرزا بسم اللہ بیگ صاحب | ۱۳۷۳ھ | |
| ۲۰ | خواجہ محمد احمد صاحب | ″ | |
| ۲۱ | حبیب محمد خاں صاحب | ″ | |

نوٹ ۔ الحاج کرنل تاج احمد خاں صاحب، عبدالشکور صاحب بہاری اور قاری سلیمان صاحب قرآات کی تکمیل کر رہے ہیں

# ضمیمہ نمبر (۴)

## قرآت سبعہ کے امام اور اونکے راوی

**(۱) امام نافع مدنی**
سنہ ۷۰ھ تا سنہ ۱۶۹ھ

- قالون: سنہ ۱۲۰ھ تا سنہ ۲۲۰ھ
- ورش: سنہ ۱۱۰ھ تا سنہ ۱۹۷ھ

**(۲) امام ابن کثیر مکی**
سنہ ۴۵ھ تا سنہ ۱۲۰ھ

- بزی: سنہ ۱۷۰ھ تا سنہ ۲۴۰ھ
- قنبل: سنہ ۱۹۵ھ تا سنہ ۲۸۰ھ

**(۳) امام ابو عمرو بصری**
سنہ ۱۶۸ھ تا سنہ ۲۵۴ھ

- دوری: سنہ ۱۵۰ھ تا سنہ ۲۴۶ھ
- سوسی: سنہ ۱۷۱ھ تا سنہ ۲۶۱ھ

**(۴) امام ابن عامر شامی**
سنہ ۲۱ھ تا سنہ ۱۱۸ھ

- ہشام: سنہ ۱۵۳ھ تا سنہ ۲۴۵ھ
- ابن ذکوان: سنہ ۱۷۳ھ تا سنہ ۲۴۲ھ

**(۵) امام عاصم کوفی**
وفات سنہ ۱۲۷ھ

- ابوبکر شعبہ: سنہ ۹۵ھ تا سنہ ۱۹۳ھ
- حفص: سنہ ۹۰ھ تا سنہ ۱۸۰ھ

**(۶) امام حمزہ کوفی**
سنہ ۸۰ھ تا سنہ ۱۵۶ھ

- خلف: سنہ ۱۵۰ھ تا سنہ ۲۲۹ھ
- خلاد: وفات سنہ ۲۲۰ھ

**(۷) امام کسائی کوفی**
سنہ ۱۱۹ھ تا سنہ ۱۸۹ھ

- ابوالحارث: وفات سنہ ۲۴۰ھ
- دوری: وفات سنہ ۲۵۰ھ

# ضمیمہ نمبر (۵)

## فہرست کتب متعلقہ تجوید القرآن مطبوعہ در حیدرآباد دکن

| نمبر شمار | نام کتاب | نام مصنف | مقام طباعت و سنہ | کیفیت |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | رسالہ تجوید منظوم | حضرت میر شجاع الدین حسین صاحب رح | حیدرآباد دکن ۱۲۹۵ھ | ایک قلمی نسخہ بھی موجود ہے |
| ۲ | عمدۃ القصائد | قاری عبد المولی صاحب اورنگ آبادی | ″ | |
| ۳ | ولی القاری | قاری محمد ابراہیم صاحب | دار المطابع حیدرآباد ۱۳۰۳ھ | |
| ۴ | المختصر المفید فی علم التجوید | ″ | سنہ ۱۳۰۰ھ | |
| ۵ | اعظم التجرید فی وجوب علم التجوید | ابوذکا سراج الدین صاحب سلامت اللہ | اختر دکن پریس افضل گنج | |
| ۶ | نثر المرجان فی رسم نظم القرآن | محمد غوث صاحب ارکاٹی | حیدرآباد ۱۳۳۲ھ تا ۱۳۴۹ھ | مطبع عزیزیہ |
| ۷ | اَلتَّیسِیر | محشی حضرت مولانا سید غلام غوث صاحب و حضرت مولانا محمد علی صاحب شطاری | حیدرآباد ۱۳۱۶ھ | |
| ۸ | النظامیہ | محمد نظام الدین حیدرآبادی | حیدرآباد | |
| ۹ | جواہر الصبیان فی طلب تجوید القرآن | حضرت قاری میر روشن علی صاحب | شمس الاسلام پریس حیدرآباد | |
| ۱۰ | حرز الصبیان فی طلب تجوید القرآن | ″ | ″ | |
| ۱۱ | خلاصۃ التجوید | قاری محمد منیر علی صاحب | مکتبہ ابراہیمیہ | |
| ۱۲ | رسالہ تشریح نقشہ جات تجوید | ″ | ″ | |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۳ | قراءت کا پہلا دوسرا تیسرا رسالہ | قاری محمود حسین صاحب | شمس الاسلام پریس | |
| ۱۴ | اتالیق تجوید القرآن | شاہ تاج الدین صاحب | چشتیہ پریس | دو بار چھپی۔ پہلی بار ۱۳۴۷ھ |
| ۱۵ | سراج الترتیل | سید کلیم اللہ حسینی صاحب | شمس الاسلام پریس | |
| ۱۶ | تسہیل الترتیل | محمد الیاس برنی صاحب | اعظم اسٹیم پریس | تین بار چھپی |
| ۱۷ | اقتباس التجوید | مرزا بسم اللہ بیگ | حیدرآباد ۱۳۵۹ھ | |
| ۱۸ | الضیاء الفرقانی | قاری محمود حسین صاحب | حیدرآباد | |
| ۱۹ | ہدایۃ الترتیل | خلیل احمد صاحب انبیٹھوی | اشاعت العلوم حیدرآباد | |
| ۲۰ | مفتاح التجوید | قاری محمود عبد الغفور صاحب صدیقی | حیدرآباد | |
| ۲۱ | تجوید احمدیہ | حافظ محمد احمد صاحب | " | |
| ۲۲ | ہدایۃ التجوید | مولوی عبد الحی صاحب | " | |
| ۲۳ | ابتدائی قواعد قراءت برائے امتحانات قرآنی دار العرفان | سید محمد ابراہیم بہری | حیدرآباد دکن | |
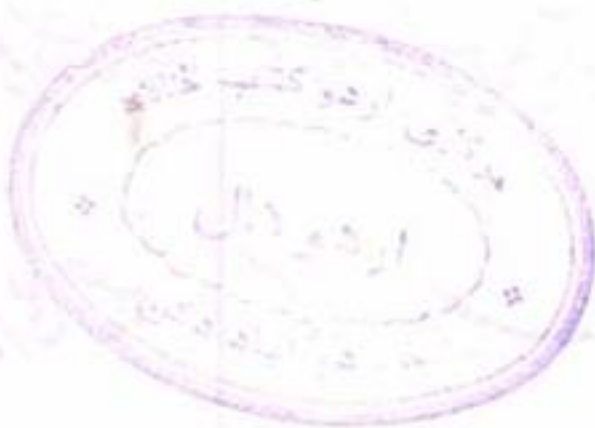
# ضمیمہ نمبر (۶)

## فہرست کتب متعلقہ بہ تجوید مطبوعۂ ہند

| سلسلہ نمبر | نام کتاب | نام مصنف | مقام طباعت | کیفیت |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | جزری منظومہ شرح ہندی | کرامت علی جونپوری | مطبع قیومی کانپور | |
| ۲ | مصباح التجوید | محمد عثمان صاحب مبارک پوری | مطبع معارف اعظم گڈھ | |
| ۳ | جمال القرآن | مولانا اشرف علی صاحب تھانوی | انصاری پریس دہلی | |
| ۴ | وجوہ المثانی فی توجیہ آیات قرآنی | " " | " " | |
| ۵ | مجموعہ زینت القاری | محمد احمد علی جونپوری | مطبع مجیدی کانپور | |
| ۶ | ہدایت الوحید | عبدالوحید صاحب دیوبندی | مطبع قاسمی دیوبند | |
| ۷ | تکمیل تیسیر التجوید | عبدالخالق صاحب سہارنپوری | محبوب المطابع دہلی | |
| ۸ | ضیاء القراءت | ضیاء الدین صاحب لکھنوی | لکھنو | |
| ۹ | ریاض القراء | مفتی سید محمود صاحب مدراسی | مدراس | |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۰ | تجوید کی حقیقت | محمد صدیق افغانی کا زبدۃ الترتیل کا ترجمہ مترجم محمد یوسف | کریمی پریس الہ آباد | |
| ۱۱ | ہدایت القراء | عبدالھادی صاحب بھوپالی | مطبع شاہجہانی بھوپال | قراءات سبعہ کی اچھی تصنیف ہے۔ |
| ۱۲ | فوائد المکیہ شرح جزری | ضیاء الدین صاحب کے شاگرد | لکھنو | |
| ۱۳ | شرح سبعہ قراءت | ابو محمد محی الاسلام پانی پتی | مطبع علمی - دہلی ۱۳۴۷ھ | |
| ۱۴ | طیبۃ العشر کا ترجمہ توضیح العشر | قاری عبداللہ صاحب شاگرد قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی | مراد آباد ۱۳۳۶ھ | |
| ۱۵ | عنایات رحمانی شرح قصیدہ لامیہ شاطبیہ | قاری فتح محمد صاحب شاگرد محی الاسلام | کراچی ۱۳۷۲ھ | |
| ۱۶ | ترجمہ التیسیر | ″ | ″ | |
| ۱۷ | ترجمہ وجوہ المسفرہ | ″ | ″ | |

مطبوعہ

مطبع ابراہیمیہ

حیدرآباد دکن

۴